ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان
مجلہ

شمارہ 2
نومبر 2010ء ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ

ہمارے لیئے اللہ ہی کافی ہے



فضائل و مسائل حج



فضائلِ مدینہ منورہ

یہ دور اپنے براھیم علیہ السلام کی تلاش میں ہے

ابراہیمی علیہ السلام و نمرودی فکر

(اداریہ)

خبرنامہ



شیرانِ اسلام کا قافلہ رواں دواں

تازیانہ عبرت

ہندو مذہب اسلام کے کٹہرے میں

فہرست

اے مرے خدا جل جلالک

کونین تیرے در کے گدا، اے مرے خدا
سب کی کفیل تیری عطا اے مرے خدا
کون ومکاں میں سب سے بڑا جس کو سوچئے
ہے اس بڑے سے بھی تو بڑا اے مرے خدا
ثانی ترا صفات میں کوئی نہ ذات میں
پھر کس طرح ہو شرک روا اے مرے خدا
گو پاک ہے "مکان" سے تو، اس کے باوجود
ہے ہر مکاں میں جلوہ نما اے مرے خدا
تیرے سوا ہو کس کی طلب، کس کا خوف ہو
کوئی نہیں جب اور خدا، اے مرے خدا
سب نام محو ہو گئے پھر لوح قلب سے
جب ایک ترا نام لکھا، اے مرے خدا
چھا جائے دم میں ابر کرم صدقۂ حبیب ﷺ
دل سے کوئی کہے تو ذرا اے مرے خدا
تو ہے مرے خدا کا نبی، اے مرے نبی
تو ہے مرے نبی کا خدا، اے مرے خدا
مرشد کے صدقے ذرۂ عشق حبیب دے
آسی کی ہے یہی تو دعا اے مرے خدا

اے مرے نبی علیک الصلوٰۃ والسلام

سر ظہور ذات ہے تو اے مرے نبی
مقصود کائنات ہے تو اے مرے نبی
لو لاک والے ارض و سما ہیں تیرے لئے
مختار ششجہات ہے اے مرے نبی
اللہ ذوالجلال ہے خالق حیات کا
اور مرکز حیات ہے تو اے مرے نبی
تو مظہر وجود ہے، تو محور شہود !!
ہاں اصل ممکنات ہے تو اے مرے نبی
پھر کیوں نہ تو رؤف و رحیم و کریم ہو
آئینۂ صفات ہے تو اے مرے نبی
ترے بغیر معرفت ذات حق محال
نور الٰہیات ہے تو اے مرے نبی
دنیا سوال اور تری ذات ہے جواب
دنیا فنا ثبات ہے تو اے مرے نبی
محشر میں ہو گا تاج شفاعت ترے ہی سر
پیرایۂ نجات ہے تو اے مرے نبی
آسی کو بخش صبر و سکوں صدقہ آل کا
تسکین کائنات ہے تو اے مرے نبی

پروفیسر محمد حسین آسی

أَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
يونس-۶۳
ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمۃ الحقیقہ — اداریہ

ابراھیمی و نمرودی فکر

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک بچپن، مقدس جوانی، نورانی کہولت اور سنہری بڑھاپا سخت سے سخت امتحانات میں گذرا۔ آپ نے چاند تارے اور سورج کے پرستاروں کو للکارتے ہوئے فرمایا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (الانعام:۷۹)

ترجمہ: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں (کنزالایمان)

سچے رب کو سچا کہنے کے 'جرم' میں نمرود نے آپ کو اپنے دربار میں بلایا مگر آپ نے بھرے دربار میں مناظرہ کر کے اسے لاجواب کیا۔ قرآن کہتا ہے

ترجمہ: تو ہوش اڑ گئے کافر کے

پھر نمرود اینڈ کمپنی نے آپ کو آگ میں جلانے کا پروگرام ترتیب دیا تو بھی پائے خلیل نہ لرزا بلکہ

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق — عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

ان نابکاروں کی گمراہی و ضلالت سے بیزار و خفا ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق سے مصر اور وہاں سے شام کا رخ کرتے ہیں۔ یہ دنیا والوں کے لئے اس بات کا اظہار تھا کہ رب کا خلیل گارے یا پتھر کے بتوں ہی سے بیزار نہیں، نسل و وطن کے جھوٹے خداؤں کا بھی دشمن و مخالف ہے۔

ایک سے بڑھ کر ایک سخت آزمائش آپ کا مقدر بنی۔ امتحانات کا سلسلہ اپنے پورے تسلسل کے ساتھ جاری رہا۔ وہ حکم کس قدر اعصاب شکن تھا جس میں اپنی زوجہ حضرت حاجرہ علیہا السلام اور نومولود لختِ جگر حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو چند کھجوریں اور تھوڑا سا پانی دے کر ایک لق و دق صحرا میں چھوڑ کر آنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ ایک بار بھی فرمان کی معقولیت میں شبہ وارد نہیں ہوا۔ لمحہ بھر کو بھی اپنی ساعت میں شک نہ گذرا۔ ادھر حکم ہوا ادھر تعمیل کے لئے مستعد

عشق فرمودہ قاصد سے سبک گامِ عمل — عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی!

ادھر آپ کی زوجہ سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کی قوتِ ایمانی، توحید، تفویض، صبر و رضا اور توکل علی اللہ بھی تو کم حیرت افزا نہیں۔ اور سب سے بڑا

امتحان تو وہ تھا کہ جب یہی شیر خوار جسے والدہ کی آغوش میں چھوڑ گئے تھے، اب عالمِ شباب میں قدم رکھ چکا ہے۔ حسنِ صورت اور حسنِ سیرت میں باکمال ہے۔ والدِ محترم کا اداشناس اور والدہ ماجدہ کا خدمت گذار ہے۔ بڑھاپے کا آخری سہارا بھی ہے کہ اچانک اسی کو ذبح کرنے کا حکم نازل ہوتا ہے۔ حضرت خلیل اللہ ایک لمحے کا تامل گوارا نہیں فرماتے گویا

ادھر حکمِ الٰہی ہے، ادھر گردن جھکائی ہے

سوچیئے، ایمان کا اقرار زبان سے کتنا آسان ہے اور حقیقت میں کتنا دشوار۔ کیا خوب فرمایا حضرت اقبال نے:

''میں کانپ جاتا ہوں جب خود کو مسلمان کہتا ہوں، اس لئے کہ توحید کی مشکلات سے آگاہ ہوں، کیونکہ اسلام تو شہادت گہہِ الفت میں قدم رکھنے کا نام ہے اور ظاہر ہے یہ آسان نہیں''

یاد رہے، عشق ہر دور میں آگ میں کودتا اور اسے گلزار بناتا آیا ہے۔ اقبال کہتا ہے

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

اور یہ عشق ہی ہے جو حکمِ یار پا کر اپنی قیمتی ترین متاعِ حیات لٹانے پر مجبور و آمادہ ہو جاتا ہے یعنی اولاد کو قربان کرنے (اور وہ بھی اپنے ہی ہاتھوں سے) سے بھی نہیں ہچکچاتا۔

یہ بات ابھی کل کی لگتی ہے کہ دورِ حاضر کا ایک بڑا نمرود یعنی سوویت یونین جب افغانستان میں گھس گیا تھا۔ وہ کون سی آگ تھی جو اس نے نہیں بھڑکائی اور وہ کون سی قربانی تھی جو ''مردانِ کوہستانی'' نے پیش نہیں کی۔ ظالم نے ظلم کی حد کر دی تو صابر نے صبر کر کے دکھا دیا۔ نتیجہ کیا نکلا عقل اسی طرح ناکام ہوئی جیسے ہمیشہ ہوتی رہی۔ نمرود اسی طرح بے نشان ہوا جیسے ہوا کرتا ہے۔ بتایئے آج سوویت یونین نام کا کوئی ملک سطحِ ارض پر موجود ہے؟

پھر اس بڑے نمرود سے بھی ایک بڑے نمرود یعنی امریکہ نے اپنا آپ دکھانا شروع کیا اور آج یہ تمام عالمِ اسلام پر ان کی شامتِ اعمال بن کے مسلط ہے۔ خصوصاً پاکستان تو اس کی 'فیضِ نگاہ' سے خاصا 'مسحور' ہے۔ ملکِ عزیز کے جملہ مسائل اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ بالخصوص مزارات پر خود کش حملے کروا کے مسلمانوں کے کلیجے چیرنے کے سلسلے میں اس کی تدابیر 'تیر بہدف' ثابت ہوئی ہیں۔ منصوبہ بندی اسی کی ہے۔ ذہن وہ اپنا ہی استعمال کرتا ہے لیکن یہ ذہن دراصل ان اجسام کا کنٹرول روم ہے جو مزارات کو نعوذ باللہ شرک کے اڈے سمجھ کر ان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ جنہیں 'بہشتی دروازہ' (معاذ اللہ) 'جہنمی دروازہ' لگتا ہے۔ جنہیں داتا صاحب کے مزارِ پر انوار پہ حاضری دینے والے مشرک نظر آتے ہیں۔

خوب اچھی طرح سمجھ لیں! حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ، حضرت عبداللہ شاہ غازی علیہ الرحمہ اور اب حضرت بابا فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ کے مزارات پر دھماکے کرنے اور کروانے والے نمرود کی مردود اولاد ہیں۔ وہ اسلام کی کوئی خدمت نہیں کر رہے اور اس کا محرک یعنی امریکہ بھی سوویت یونین کی طرح بے نشان ہونے والا ہے۔ اب موضوعِ بحث یہ نہیں کہ اس کا عبرتناک حشر ہوتا ہے کہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ کب ہونا ہے۔ کیونکہ یہ نوشتہ دیوار ہے کہ اپنے گرو نمرود کی طرح اس چیلے کو بھی اب اپنے انجام کو پہنچنا ہے۔ اس لئے کہ اس کی فکر بھی وہی ہے جو اس کے گرو کی تھی۔ یعنی ظلم اور صرف ظلم اور اس کا انجام کتے کی موت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

......☆☆☆......

فضائل ومسائل حج

حضرت علامہ مولانا حافظ محمد نصر اللہ آسوی صاحب (سیالکوٹ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم الله الرحمن الرحيم نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ

ترجمہ:﴿ اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے﴾ (سورہ آل عمران آیت:۹۶-۹۷ پارہ نمبر۴)

حج زندگی میں ایک بار فرض ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کیا کرو! اقرع بن حابس نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور اگر واجب ہو جاتا تو تم اس کو نہ کرتے اور اس کی ادائیگی کی طاقت بھی نہ رکھتے پس حج ایک ہی بار فرض ہے تو جس نے اس سے زیادہ کیا وہ نفل ہوگا۔(احمد حدیث ۲۵۱۰، ابوداود ۱۷۲۱، مشکوۃ حدیث: ۲۵۲۰ کتاب المناسک)

حج سے گناہ اور فقر دور ہوتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج اور عمرہ ملا کر کرو کہ یہ دونوں غریبی اور گناہوں کو ایسے مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے سونے اور چاندی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور مقبول حج کا ثواب جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔ ترمذی حدیث: ۸۱۰ نسائی، ابن ماجہ، مشکوۃ حدیث: ۲۵۲۴ کتاب المناسک

قران یا تمتع یا حج اور عمرہ ملا کر کرنے سے دل کی اور ظاہری فقیری بھی بفضلہ دور ہوتی ہے اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اس کا تجربہ بھی ہے۔ خیال رہے کہ گناہ وفقر دور کرنا رب کا کام ہے مگر یہاں اُسے حج وعمرہ کی طرف نسبت کیا گیا کہ یہ اس کا سبب ہے، لہذا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول غنی کرتے ہیں ﴿اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (سورۃ التوبہ آیت:۷۴) مراۃ جلد۴ ص:۹۵)

عمرہ واجب ہے یا سنت؟: امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ عمرہ واجب ہے امام احمد اور داؤد ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ عمرہ سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں ہے۔ (شرح مسلم نووی)

امام شافعی اور امام احمد کی طرف سے عمرہ کے وجوب پر یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ قرآن پاک میں ہے ﴿کہ حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو﴾ بقرہ: ۱۹۶ وجہ استدلال یہ ہے کہ حج کرنا واجب ہے اور عمرہ کا حج پر عطف ہے لہذا یہ بھی واجب ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ قِرَان فی الذِّکْر قِرَان فِی الحُکْم کو مستلزم نہیں ہوتا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ شروع کرنے سے عمرہ لازم ہو جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وجہ تمام نوافل میں مشترک ہے۔ (شرح مسلم سعیدی جلد۳ ص:۶۹۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ سے پوچھا گیا کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اگر تم عمرہ کرو تو افضل ہے۔

(ترمذی حدیث:۱۹۳۱ابواب الحج)

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے بعض علماء کا یہی قول ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ عمرہ واجب نہیں ہے کہا جاتا ہے کہ:حج دو ہیں، بڑا حج قربانی کے دن اور چھوٹا حج عمرہ ہے۔امام شافعی فرماتے ہیں عمرہ سنت ہے ہم نہیں جانتے کہ کسی نے اس کے چھوڑنے کی اجازت دی ہو۔اس کے نفل ہونے کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ عمرہ واجب ہے۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ تمام کلام امام شافعی کا ہے۔یعنی اس مسئلہ میں امام شافعی کے دو قول ہیں کہ عمرہ سنت ہے اور عمرہ واجب ہے۔

حج کی فضیلت اور رسول اللہ ﷺ کا علم: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد منیٰ میں حاضر تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک انصاری اور ثقفی نے حاضر سلام عرض کیا پھر وہ دونوں بولے یارسول اللہ! ہم آپ سے سوال کرنے آئے ہیں، آپ نے فرمایا﴿ إِنْ شِئْتُمَا أَخْبَرْتُكُمَا بِمَا جِئْتُمَانِي تَسْأَلانِي عَنْهُ، فَعَلْتُ ،وَإِنْ شِئْتُمَا أَنْ أُمْسِكَ وتَسْأَلانِي ،فَعَلْتُ ﴾ اگر تم چاہو تو میں خود تمہارا سوال بیان کروں، اور اگر تم چاہو تو میں خاموش رہوں اور تم سوال کرو، انہوں نے یارسول اللہ آپ بیان فرمائیں ثقفی نے انصاری سے کہا کہ تم سوال کرو انصاری نے کہا یارسول اللہ! ہمیں بتایئے! آپ نے فرمایا کہ تم یہ سوال کرنے آئے ہو کہ جب تم اپنے گھر سے بیت اللہ کے لئے روانہ ہو اور بیت اللہ کا طواف کرو تو اُس میں تمہارے لئے کیا اجر ہے؟ اور طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کا کیا اجر ہے؟ اور صفا مروہ کے درمیان سعی کا کیا اجر ہے، اور وقوف عرفہ کا کیا اجر ہے، اور رمی جمار کا کیا اجر ہے، اور نحر (قربانی) کا کیا اجر ہے، اور سر منڈانے کا کیا اجر ہے؟ اور اس کے بعد طوافِ زیارت کا کیا اجر ہے؟ انصاری نے کہا یارسول اللہ((وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَعَنْ هَذَا جِئْتُ أَسْأَلُكَ)) ۔اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، ہم آپ سے یہی سوال کرنے آئے تھے۔

آپ نے فرمایا: جب تم اپنے گھر سے بیت اللہ کے لئے روانہ ہوتے ہو تو تمہاری سواری کے ہر قدم رکھنے اور اُٹھانے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور ایک گناہ مٹاتا ہے اور جب تم طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے ہو تو تمہیں اولادِ اسماعیل سے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے، اور جب تم صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہو تو تمہیں ستر غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے ،اور جب تم زوال کے بعد میدانِ عرفات میں وقوف کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ میرے وہ بندے ہیں جو دُور دراز کے علاقوں سے بکھرے ہوئے غبار آلود بالوں کے ساتھ آئے ہیں یہ میری رحمت اور مغفرت کی امید رکھتے ہیں سو اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں، بارش کے قطروں اور سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوں تو میں نے انہیں بخش دیا ہے، میرے بندو! عرفات سے مزدلفہ کی طرف جاؤ، تمہاری بھی مغفرت ہوگی اور جن کی تم شفاعت کرو گے اس کی بھی مغفرت ہوگی۔

اور جب تم رمی جمار (کنکریاں پھینکتے ہو) کرتے ہو تو ہر کنکری کے بدلہ میں ایک ہلاک کرنے والا کبیرہ گناہ معاف کر دیا جاتا ہے، اور تمہاری قربانی تمہارے رب کے پاس ذخیرہ کی جائے گی اور جب تم سر منڈاتے ہو تو ہر بال کے بدلہ میں ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے، اور جب اس کے بعد تم طواف (زیارت) کرو گے تو تم اس حال میں طواف کرو گے کہ تمہارا کوئی گناہ نہیں ہوگا، پھر ایک فرشتہ تمہارے دو کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا جاؤ از سر نو عمل کرو تمہارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔(رواہ الطبرانی فی الکبیر، الترغیب الترہیب کتاب الحج حدیث:۱۷۰۹-ص۲/۱۱۰، مجمع الزوائد جلد۳ص:۲۷۶)

یوم عرفہ کی فضیلت کے علاوہ اس حدیث سے یہ واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ایسی صفت عطا کی تھی جس سے آپ پر امورِ غیبیہ منکشف ہوجاتے تھے، آپ دلوں کا حال جان لیتے تھے اور یہی علمِ غیب ہے۔

پیدل حج کرنے کی فضیلت: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو مکہ سے پیدل حج کو جائے یہاں تک کہ مکہ واپس آئے اُس کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم شریف کی نیکیوں کے مثل لکھی جائیں گی کہا گیا حرم کی نیکیوں کی کیا مقدار ہے فرمایا ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔(رواہ ابن خزیمہ والحاکم والترغیب والترھیب: ۱۶۹۵ ص۲/ ۱۰۷، مجمع الزوائد جلد۳ ص: ۲۰۹)

حج اور عمرہ کا لغوی اور شرعی معنی: حج کا لغوی معنی ہے قصد اور اس کا شرعی معنی ہے، بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا۔ زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض عین ہے۔ اسلام، حریت عقل، بلوغ اور حج کی استطاعت حج کی فرضیت کے لئے شرط ہیں۔

وقوف عرفات اور طواف زیارت حج میں فرض ہیں۔ حج کے واجبات یہ ہیں میقات یا اس سے پہلے احرام باندھنا، غروب آفتاب تک میدان عرفات میں رہنا۔ وقوف مزدلفہ، صفا مروہ میں دوڑنا، شیطان کو منیٰ میں کنکریاں مارنا، سر منڈانا یا بال کٹانا اور آفاقی (میقات سے باہر رہنے والے) کے لئے طواف وداع کرنا۔

حج میں یہ کام ممنوع ہیں۔ عمل زوجیت، بال کاٹنا، ناخن کاٹنا، خوشبو لگانا، سر اور چہرہ ڈھانپنا، سلا ہوا کپڑا پہننا، کسی دوسرے محرم کا سر مونڈھنا، حل اور حرم میں (خشکی کے) شکار کے درپے ہونا۔ (فتح القدیر جلد۲ ص: ۳۲۱)

عمرہ: عمرہ کا لغوی معنی ہے زیارت اور اس کا شرعی معنی ہے بیت اللہ کی زیارت کرنا، عمرہ ادا کرنا سنت ہے۔ اس میں میقات سے احرام باندھنا، کعبہ کا طواف کرنا، صفا اور مروہ میں سعی کرنا اور حلق یا قصر کرنا واجب ہے اور احرام باندھنا شرط ہے اور طواف کا اکثر حصہ فرض ہے۔ (مراقی الفلاح)

حج کی اقسام: حج کی تین قسمیں ہیں (۱) حج افراد (۲) حج تمتع (۳) حج قران

(۱) حج افراد: جس میں صرف مناسکِ حج ادا کئے جائیں اور اس سے پہلے عمرہ نہ کیا جائے، یہ صرف اہل مکہ اہل حرم اور اہل حل یعنی میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے ہے یہ لوگ حج تمتع اور حج قران نہیں کرسکتے اور آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والوں کے لئے تینوں اقسام کا اختیار ہے۔ حج افراد والا حج سے فارغ ہونے سے قبل احرام نہیں کھول سکتا اور حج افراد میں قربانی واجب نہیں ہے۔

(۲) حج تمتع: میقات سے عمرہ کا احرام باندھ لیا جائے اور عمرہ کرنے کے بعد سر کے بال کٹوا کر یا منڈوا کر حلال ہوجائے اور پھر آٹھ تاریخ کو حج کا احرام باندھ لے، اور مناسک حج ادا کرنے کے بعد حلال ہوجائے اور اس میں قربانی واجب ہے۔

(۳) حج قران: میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا جائے اور عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کو برقرار رکھا جائے، پھر اسی احرام کے ساتھ حج کرے اور مناسک حج ادا کرنے کے بعد سر کے بال کٹوا یا منڈوا کر احرام کھول دے گا اور اس میں بھی قربانی واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کرسکے اور اگر وہ قربانی نہ کرسکے تو تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ یہ کامل (دس روزے) ہیں﴾ سورۃ البقرۃ: ۱۹۶

یعنی غریب آدمی جو قربانی نہ کرسکے تو وہ سات آٹھ اور نو ذوالحجہ کو تین روزے رکھے اور باقی سات روزے اپنے گھر لوٹنے کے بعد اور یہ سات روزے حج کے بعد مکہ میں بھی رکھے جاسکتے ہیں۔ (قدوری ص: ۱۴۷) لیکن یہ روزے ایام تشریق گزرنے کے بعد رکھے جائیں ایام تشریق

میں روزے رکھنا منع ہے۔:(شرح معانی آثار جلد۲ص:۲۴۴،شرح مسلم سعیدی جلد۳ص:۴۵۴)اور اگر۹ذوالحجہ تک یہ تین روزے نہ رکھے جاسکیں تو اس کے لئے قربانی ضروری ہوگی۔(قدوری شریف ص:۱۴۷)

حج قران اور تمتع میں کیا فرق ہے؟: حج قران اور تمتع میں فرق یہ ہے کہ حج تمتع والا مکہ پہنچ کر عمرہ کر کے حلق یا تقصیر کر کے احرام کھول دے گا لیکن قران والا عمرہ کرنے کے بعد حلق یا تقصیر نہیں کرا سکتا اور نہ احرام کھول سکتا ہے حج قران میں مشقت زیادہ ہے اور اس کا اجر بھی بہت زیادہ ہے، اکثر روایات کے مطابق نبی کریم ﷺ نے جو حج کیا تھا وہ حج قران تھا۔شیخ ابن قیم حنبلی نے بیس سے زیادہ صحیح اور صریح احادیث بیان کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قران کا احرام باندھا تھا۔ (زادالمعاد جلد ۱ص:۲۱۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ نے حج اور عمرہ ملا کر ادا کئے۔

(ابن ماجہ حدیث:۲۹۷۱ کتاب المناسک باب من قرن الحج والعمرۃ)

کیا میقات کے اندر رہنے والے مثلاً جدہ یا مکہ والے حج تمتع یا قران کر سکتے ہیں

ج تمتع یا قران صرف آفاقی کے لئے ہے

رب تعالی نے فرمایا﴿یہ حکم اُس شخص کے لئے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں﴾

یعنی تمتع یا قران کا جائز ہونا غیر ملکی کے لئے ہے مکہ کے رہنے والوں کے لئے تمتع ہے اور نہ قران کیونکہ اسے حج کے زمانہ میں عمرہ کرنا ہی منع ہے خیال رہے کہ یہاں مسجد حرام سے پورا حرم شریف اور اس کے مضافات کا علاقہ مراد ہے لہذا جو کوئی میقات کی حدود کے اندر رہتا ہو (جیسے جدہ میں رہنے والے) اُس کا یہی حکم ہے کہ زمانہ حج میں عمرہ نہ کرے۔(تفسیر نورالعرفان ص:۴۷)

مرد اور عورت کے احرام میں فرق: مرد کے احرام کے لئے دو پاک صاف، نئی یا دھلی ہوئی چادریں ہوں ایک چادر، تہبند کی طرح باندھ لے اور دوسری چادر اوپر اوڑھ لے، سر کھلا رکھے

عورتوں کے لئے بھی احرام کے وہی احکام ہیں جو مردوں کے ہیں صرف اس قدر فرق ہے کہ عورت کا احرام اُس کے چہرے میں ہے وہ سلے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہے اور اُن کے لئے تمام بدن کی طرح سر ڈھانکنا بھی ضروری ہے (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: احرام والی عورت نقاب ڈالے اور نہ دستانے پہنے(بخاری حدیث:۱۸۳۸)

اگر کسی سے پردہ کرنا درکار ہو تو کسی چیز کی آڑ میں ہو جائیں یا نامحرم کے سامنے کوئی پنکھا وغیرہ منہ سے بچا ہوا رکھے)عورت اتنی آواز سے لبیک نہ کہے کہ نامحرم سنے ہاں اتنی آواز ہر پڑھنے میں ہمیشہ سب کو ضرور ہے کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

(نیز بال گرنے کے اندیشے سے سر پر ایک سفید رومال باندھ لینا چاہئے عورتوں کے لئے حالتِ احرام میں سر ڈھانکنا واجب ہے بالوں کو ٹھیک کرنے کے لئے یا وضو کے مسح کے لئے یا کسی اہم ضرورت کے وقت عورتیں اپنا سر کھول سکتی ہیں لیکن وضو کے بعد فوراً پھر سے احرام باندھ لینا ضروری ہے۔)

عورت احرام باندھنے کے وقت ماہواری سے ہو تو بھی غسل کر کے احرام باندھ کر حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے نفل نہیں پڑھ سکتی اور نہ مسجد میں داخل ہو سکتی ہے مکہ پہنچ کر طواف اور سعی نہ کرے جب تک پاک صاف ہو کر دوبارہ غسل نہ کر لے اسی طرح اگر کسی عورت کے ہاں ولادت ہو جائے تو وہ بھی حائضہ کی طرح غسل کر کے احرام باندھ سکتی ہے۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں حضور ﷺ کے حج

والے سال میقات مدینہ ذوالحلیفہ پر حضرت اسماء زوجہ ابوبکر رضی اللہ عنہا کے ہاں محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرایا اب میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: غسل کرو اور کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ لو۔ مسلم:۱۲۱۸

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے حج کے سواء کسی چیز کا خیال بھی نہ کرتے تھے جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو مجھے حیض آ گیا رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا لگتا ہے تمہیں حیض آ گیا ہے! میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بنات آدم کی تقدیر میں لکھ دیا ہے! حج کرنے والے جو افعال کرتے ہیں وہ سب کرو البتہ غسل (طہارت) کے بغیر بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ (مسلم حدیث:۱۲۱۱ کتاب الحج، بخاری:۲۹۴ کتاب الحیض، مشکوۃ حدیث:۲۵۷۲)

کیونکہ طواف مسجد میں ہوتا ہے اور حائضہ عورت مسجد میں نہیں جا سکتی نیز بعد والی سعی بھی نہیں کر سکتی کہ سعی طواف کے بعد چاہئے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ: مشکوۃ:۴/۱۳۰)

اگر عورت مکہ پہنچ کر حج کے ایام تک ماہواری سے فارغ نہ ہو تو وہ عمرہ ترک کر دے اور حج کا احرام باندھ کر حج پر چلی جائے اور عمرہ حج کے بعد ادا کرے۔ خیال رہے کہ اگر عورت کو طواف کے بعد ایام آ جائیں تو وہ سعی کر سکتی ہے اور اگر طواف سے پہلے آ جائیں تو نہ طواف کر سکتی ہے نہ سعی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کا احرام باندھ کر بغیر طوافِ قدوم کئے عرفات چلی گئیں، پھر عرفات سے مزدلفہ منیٰ کے افعال سے فارغ ہو کر طواف زیارت کر لیا اب بھی عورت کو عارضہ آ جانے پر یہی حکم ہے کہ اسے طوافِ قدوم بلکہ طوافِ وداع بھی معاف ہو جاتا ہے۔ (مراۃ شرح مشکوۃ:۴/۱۲۰)

حج کی شرائط: حج کی شرائط یہ ہیں: حج اسلام کرنے والا مسلمان ہو، آزاد ہو، مکلف ہو، صحیح البدن ہو، بصیر ہو (نابینا نہ ہو)، اس کے پاس حج کے لئے جانے، سفر حج تک کے قیام، حج سے واپس آنے اور اس دوران جن کے خرچ کا وہ ذمہ دار ہے ان سب کا خرچ ہو، نیز اُس کے پاس سواری ہو یا سواری کا کرایہ ہو، اور راستہ مامون ہو، اور اگر عورت حج کرنے والی ہے تو اُس کے ساتھ اُس کا خاوند ہو یا عاقل بالغ محرم ہو۔

حج کے فرائض: حج میں تین امور فرض ہیں۔ احرام، ۹ ذوالحجہ کو زوالِ آفتاب سے دسویں کی فجر تک کسی بھی وقت میدانِ عرفات میں وقوف کرنا اور دسویں ذوالحجہ سے اخیر عمر تک کسی بھی وقت کعبہ کا طواف کرنا، موخر الذکر دونوں رکن ہیں، ان میں ترتیب بھی فرض ہے یعنی پہلے حج کی نیت سے احرام باندھنا، پھر وقوفِ عرفات کرنا اور اس کے بعد طواف زیارت کرنا، حج کی سعی کو طواف زیارت سے پہلے کرنا بھی جائز ہے۔

حج کے واجبات کیا ہیں؟:

س مزدلفہ میں وقوف کرنا، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا (دوڑنا)، جمرات کو رمی کرنا، طواف وداع کرنا، (مکہ میں رہنے والا اور حائضہ عورت طواف وداع سے مستثنیٰ ہے) سر منڈانا یا بال کٹوانا، میقات سے احرام باندھنا، غروب آفتاب تک میدان عرفات میں وقوف کرنا، طواف کی ابتداء حجر اسود سے کرنا، اپنی دائیں جانب سے طواف کرنا، اگر عذر نہ ہو تو خود چل کر طواف کرنا، باوضو طواف کرنا (ایک قول یہ ہے کہ وضو سنت ہے)، پاک کپڑوں کے ساتھ طواف کرنا، شرم گاہ کو ڈھانک کر رکھنا، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ابتداء صفا سے کرنا، اگر عذر نہ ہو تو خود چل کر سعی کرنا، قران اور تمتع کرنے والے کے لئے ایک بکری ذبح کرنا، سات چکر پورے ہونے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا، قربانی کے دن رمی جمرات سر منڈانے اور قربانی کرنے کے افعال کو ترتیب وار کرنا، قربانی کے تین دنوں میں کسی ایک دن طواف زیارت کرنا، حطیم کے باہر سے طواف کرنا، طواف کے بعد سعی کرنا، قربانی کے ایام میں اور حرم کے اندر حلق کرنا (سر منڈانا)۔

حج کے سنن اور آداب: خرچ میں وسعت اختیار کرنا، ہمیشہ باوضو رہنا، فضول باتوں سے زبان کی حفاظت کرنا (گالی وغیرہ سے حفاظت کرنا

واجب ہے)اگر ماں باپ کو اُس کی ضرورت ہو تو اُن سے اجازت لے کر حج کے لئے جانا، قرض خواہ اور کفیل سے بھی اجازت طلب کرنا، اپنی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ کر نکلنا، لوگوں سے کہا سنا معاف کرانا، ان سے دعا کی درخواست کرنا، نکلتے وقت کچھ صدقہ خیرات کرنا، اپنے گناہوں پر سچی توبہ کرے، جن لوگوں کے حقوق چھین لئے تھے وہ واپس کر دے، اپنے دشمنوں سے معافی مانگ کر ان کو راضی کرے، جو عبادات فوت ہو گئیں (مثلاً جو نمازیں اور روزے رہ گئے ہیں) ان کی قضا کرے، اور اس کوتاہی پر نادم ہو اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم کرے، اپنی نیت کو ریا کاری اور فخر سے مبرا کرے، حلال اور پاکیزہ سفر خرچ کو حاصل کرے کیونکہ حرام مال سے کیا ہوا حج مقبول نہیں ہوتا، اگرچہ فرض ساقط ہو جاتا ہے، اور اگر اس کا مال مشتبہ ہو تو کسی سے قرض لے کر حج کرے اور اپنے مال سے وہ قرض ادا کرے، راستہ میں گناہوں سے بچتا رہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، سفر حج میں تجارت کرنے سے اجتناب کرے ہر چند کہ اس سے ثواب کم نہیں ہوتا۔

حج کے ممنوعات: جماع نہ کرے، احرام کی حالت میں سر نہ منڈائے، ناخن نہ کاٹے، خوشبو نہ لگائے، سر اور چہرہ نہ ڈھانپے، سلا ہوا کپڑا نہ پہنے، حرم اور غیر حرم میں شکار کے درپے نہ ہو، حرم کے درخت نہ کاٹے۔

حج کے مکروہات بیان کریں

ج اگر ماں باپ کو اس کی خدمت کی ضرورت ہے اور وہ اس کے حج پر جانے کو ناپسند کرتے ہوں تو اُس کا حج کے لئے جانا مکروہ ہے، اور اگر اُن کو اُس کی خدمت کی ضرورت نہیں تو پھر کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر ماں باپ نہ ہوں اور دادا دادی ہوں تو وہ اُن کے قائم مقام ہیں، اس کے اہل و عیال جن کا خرچ اُس کے ذمہ ہے اگر وہ اُس کے حج پر جانے کو ناپسند کرتے ہوں اور اُسے ان کے ضائع ہونے کا خدشہ نہ ہو تو پھر اُس کے جانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر اُس کو یہ خدشہ ہو کہ اُس کی غیر موجودگی میں وہ ضائع ہو جائیں گے تو پھر اس کا حج پر جانا مکروہ ہے، اگر کسی شخص کا بیٹا بے ریش ہو تو وہ داڑھی آنے تک اُس کو حج کرنے سے منع کرے، اگر فرض ہو تو وہ ماں باپ کی اطاعت سے اولیٰ ہے اور اگر حج نفل ہو تو ماں باپ کی اطاعت اولیٰ ہے، جس شخص کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو قرض ادا کرنے سے پہلے اُس کا حج یا جہاد پر جانا مکروہ ہے، ہاں اگر قرض خواہ اجازت دے دے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ (یہ تمام احکام اور مسائل درمختار، ردالمحتار اور عالم گیری سے ماخوذ ہیں) تفسیر تبیان القرآن جلد ۲ ص: ۴۷۲)

احرام میں ممنوع کام کیا ہیں؟

ج احرام میں حسب ذیل پابندیاں ہیں:

(۱) محرم جماع کرنے سے یا اپنی وائف سے جماع کا ذکر کرنے سے احتراز کرے گا اپنی وائف کو شہوت سے نہیں چھوئے گا نہ بوسہ دے گا۔ (۲) کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں کرے گا۔ (۳) کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کرے گا۔ (۴) خشکی کے جانوروں کو شکار نہیں کرے گا، نہ ان کی طرف اشارہ کرے گا، نہ اُن کی طرف رہنمائی کرے گا۔ (۵) قصداً یا بلا قصد خوشبو نہیں لگائے گا - (خوشبو کا سونگھنا مکروہ ہے، خوشبودار صابن سے نہانا شمپو استعمال کرنا جائز نہیں) اگر خوشبودار چیز پکی ہوئی تھی تو حرج نہیں، اور اگر کچی ہو اور دوسری چیز سے مخلوط ہو اور خوشبو مغلوب ہو تو جائز ہے اور اگر غالب ہو تو جائز نہیں، اگر بعینہ خوشبودار چیز کھائی تو اُس پر دم ہے۔ (۶) ناخن نہ کاٹے (۷) چہرے کو نہ ڈھانپے گا، چہرہ کا بعض حصہ مثلاً منہ یا ٹھوڑی کو ہتھیلی سے نہیں ڈھانپے گا۔ (۸) سر کو نہیں ڈھانپے گا۔ (۹) داڑھی نہیں کاٹے گا، سر میں تیل نہیں ڈالے گا نہ بالوں میں خضاب لگائے گا، نہ ہاتھوں پر مہندی لگائے گا۔ (۱۰) سر یا بدن کے بال نہیں منڈائے گا۔ (۱۱) سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنے گا۔ (۱۲) عمامہ یا ٹوپی نہیں پہنے گا۔ (۱۳) چمڑے کے موزے نہیں پہنے گا البتہ اگر ان کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دیا جائے کہ پنڈلیاں اور ٹخنے کھلے رہیں تو جائز ہے (ایسی چپل پہن سکتا ہے جس سے وسط قدم چھپا ہوا ہو

اور ٹخنے کھلے ہوئے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن سکتا ہے۔ (بخاری:۱۸۳۸) جرابیں پہننا جائز نہیں کیونکہ ان سے ٹخنے چھپ جاتے ہیں (۱۴) جس کپڑے کو ایسی چیز سے رنگا گیا ہو جس سے رنگنے کے بعد خوشبو آئے مثلاً زعفران اور ورس وغیرہ اس کو نہ پہنے۔ (۱۵) مکہ مکرمہ کے کسی درخت کو نہ کاٹے۔

احرام میں جائز کام: محرم حمام میں داخل ہو سکتا ہے، کسی مکان اور محمل کے سائے کو حاصل کر سکتا ہے (مثلاً چھتری وغیرہ استعمال کر سکتا ہے) لیکن کوئی چیز اس کے چہرہ یا سر کو مس نہ کرے، پیسے وغیرہ رکھنے کے لئے ہمیان کمر میں باندھ سکتا ہے (احرام کی چادر پر چمڑے کی پٹی باندھ لی جاتی ہے جس میں پیسے رکھنے کے لئے بٹوہ ہوتا ہے وہ بھی اسی حکم میں ہے) منطقہ (کمر باندھنے کی پیٹی) بھی باندھ سکتا ہے، بغیر خوشبو کا سرمہ لگا سکتا ہے، ختنہ کرا سکتا ہے، فصد لگوا سکتا ہے، داڑھ نکلوا سکتا ہے، ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑوا سکتا ہے، سر یا کمر کو کھجا سکتا ہے لیکن اس احتیاط سے کہ بال نہ اکھڑیں، اگر تین بال اکھڑ جائیں تو ایک مٹھی طعام صدقہ کر دے۔ احرام باندھنے سے قبل غسل کرنا اور بدن پر خوشبو لگانا جائز ہے خواہ بعد میں خوشبو آتی رہے۔

احرام میں مستحب کام: محرم بہ کثرت تلبیہ پڑھے لبیک اللھم لبیک...... جب نماز پڑھے یا جب کسی بلندی پر چڑھے یا کسی وادی سے اترے، یا سواروں سے ملے، یا سحری کا وقت ہو تو تلبیہ پڑھے۔ جب مکہ میں داخل ہو تو پہلے مسجد حرام میں باب السلام سے داخل ہو جب کعبہ کو دیکھے تو تین بار تکبیر اور کلمہ طیبہ پڑھے، کعبہ پر پہلی نظر پڑتے ہی دعا کرے، اس وقت کی دعا مقبول ہوتی ہے اور یہ دعا بھی کرے اے اللہ ہمارے دلوں میں کعبہ کی محبت اس کی تعظیم اور اس کی ہیبت کو زیادہ کر۔

عمرہ کرنے کا طریقہ: غیر ملکی میقات سے عمرہ کا احرام باندھ لے، پاکستان کے رہنے والے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں اس لئے وہ اپنے گھر میں غسل کر کے احرام باندھ لیں، اور ائیر پورٹ کے لاؤنج میں دو رکعت نماز پڑھ کر عمرہ کی نیت کر لیں: اے اللہ میں نے عمرہ کا ارادہ کیا ہے اس کو میرے لئے آسان کر دے اور میری طرف سے قبول فرما، پھر راستہ میں بہ کثرت تلبیہ پڑھے (لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ)

مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا کرے یعنی بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے اس طواف میں اضطباع کرے (احرام کی اُوپر والی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے کے اُوپر ڈال دے یہ اضطباع صرف طواف کے وقت ہوگا (لیکن اکثر حاجی میقات ہی سے دایاں کندھا ننگا رکھتے ہیں یہ خلاف سنت ہے) پہلے تین چکروں میں رمل کرے (کندھے ہلا ہلا کر دوڑتے ہوئے طواف کرے جب بھی حجر اسود کے سامنے سے گذرے تو اگر ممکن ہو تو اُس کو بوسہ دے، ورنہ اس کی طرف منہ کر کے دونوں ہتھیلیاں اس طرح کرے جیسے اس پر رکھ رہا ہے، اور (الله اكبر الله اكبر لااله إلا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد) پڑھے اور نبی ﷺ پر صلوۃ وسلام پڑھے، پھر اپنی ہتھیلیوں کو بوسہ دے، جب رکن یمانی کے پاس سے گذرے تو اُس کو بھی چھو کر اس کی تعظیم کرے، اس کو بوسہ دینے میں فقہاء احناف کے دو قول ہیں ایک قول منع کا ہے اور ایک قول جواز کا، اگر اس کی تعظیم نہ کر سکے تو پھر اس کے قائم مقام ہاتھ سے اشارہ کرنا مشروع نہیں۔ حجر اسود کی تعظیم کے ساتھ طواف ختم کرے پھر مقام ابراہیم کے پاس (یا حرم میں جہاں بھی جگہ ملے) دو رکعت نفل پڑھے اس کے بعد سعی کے سات چکر لگائے۔ سعی صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے، صفا پر چڑھ کر کعبہ کی طرف منہ کر کے

الله اكبر الله اكبر لااله إلا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اكبرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (یا بسم اللہ اللہ اکبر) پڑھے اور نبی ﷺ پر صلوۃ وسلام پڑھے، پھر دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرے، پھر مروہ کی طرف روانہ ہو راستہ میں دو سبز نشانوں کے درمیان سے دوڑتا ہوا گذرے (عورت عام رفتار سے چلے

گی)،طواف اور سعی کے دوران اُس کو جو دعائیں اوراذکار یاد ہوں اُن کو خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتا رہے۔

صفا اور مروہ میں طواف مکمل کرنے کے بعد محرم سر کے بال کٹوالے یا منڈوالے، اب اُس کا عمرہ مکمل ہوگیا اور وہ احرام کی پابندیوں سے آزاد ہوگیا لیکن پھر بھی کوئی گناہ نہ کرے، فحش باتیں نہ کرے اور کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے، آٹھ ذوالحجہ تک حسبِ استطاعت عمرہ کرتا رہے اور مسجد حرام میں زیادہ سے زیادہ طواف کرتا رہے، عمرہ اور طواف میں طواف کی زیادہ فضیلت ہے، مسجد حرام میں کم ازکم ایک بار قرآن مجید ختم کرنا چاہئے۔

رکن بیت اللہ: بیت اللہ کے چار گوشہ ہیں ہر گوشہ کو رکن کہتے ہیں: رکن اسود، رکن یمانی ان دونوں کو یمانیان بھی کہتے ہیں، اور دوسرے دو رکنوں کو شامیان کہتے ہیں یعنی رکن عراقی، رکن شامی۔ رکن اسود کو دو عظمتیں حاصل ہیں۔ ایک یہ بنائے ابراہیمی پر ہے دوسرے اس میں سنگ اسود واقع ہے اس لئے اسے منہ یا ہاتھ لگا کر چومنا سنت ہے رکن یمانی کو صرف ایک عظمت حاصل ہے بنیادِ ابراہیمی پر ہونا، اس لئے اُسے صرف ہاتھ لگا کر چومنا سنت ہے منہ نہ لگانا بہتر (مرقات شرح مشکوۃ) باقی دو رکن عراقی اور شامی کو ان دونوں میں سے کوئی عظمت حاصل نہیں، کیونکہ یہ درمیانِ کعبہ میں ہیں حطیم شریف بھی داخل کعبہ ہے اس لئے اُسے چومنا سنت نہیں۔ (مراۃ جلد۴ص:۱۲۹)

رکن اسود: جنوب مشرقی رکن اسی میں جنتی پتھر حجر اسود نصب ہے اسی کونے سے طواف شروع ہوگا اگر دُور سے حجر اسود نظر نہ آئے تو زمین پر بالکل اس کے سامنے ایک لمبی لکیر کھینچی گئی ہے آپ نیچے دیکھتے رہیں جب وہ لکیر نظر آئے تو نگاہ اوپر اٹھا کر اپنے بائیں طرف دیکھیں آپ کو حجر اسود نظر آئے گا آپ اس کی طرف اشارہ کر کے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ کو چوم کر طواف شروع کر دیں جب یہاں دوبارہ پہنچیں گے تو آپ کا ایک چکر پورا ہوجائے گا دوبارہ اسی طرح ہاتھ اٹھا کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ دوسرا چکر شروع کر دیں۔

حجر اسود سے پہلے والا رکن رکن یمانی کہلاتا ہے جب یہاں پہنچیں تو (رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ) پڑھنا شروع کردیں یہاں تک کہ آپ حجر اسود تک پہنچ جائیں حضور ﷺ حالت طواف میں رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان یہ جامع دعا مانگتے تھے کیونکہ اس جگہ ستر فرشتے مقرر ہیں جو طواف والوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ (مراۃ جلد۴ص:۱۳۴)

محدث علی قاری شارح مشکوۃ نے فرمایا: طواف کے چکروں میں دعائیں مقرر نہیں کہ فلاں چکر میں یہ دعا مانگے فلاں میں یہ ہاں بحالت طواف قرآن مجید پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت نہیں بہتر یہ ہے کہ دعائیں ہی مانگے۔ (مراۃ جلد۴ص:۱۳۹)

شیخ عبدالحق محدث دھلوی فرماتے ہیں: اس دعا کے سواء کوئی اور دعا منقول نہیں اب جو طواف کے ساتھ چکروں کی الگ الگ دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ سلف صالحین سے منقول ہیں۔ (مراۃ جلد۴ص:۱۳۴) اس لئے بہتر یہ ہے کہ جو بھی دعا یاد ہو یا جو دل میں آئے مانگے سہولت کے لئے کتابوں پر لکھی دعائیں بھی پڑھی جاسکتیں ہیں۔

حج کرنے کا طریقہ: حج کرنے والا آٹھ ذوالحجہ کو صبح کی نماز مسجد حرام میں ادا کرے حج کی نیت سے غسل کر کے احرام باندھے، دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے" اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کو میرے لئے آسان کردے اور قبول فرما، اور فجر کی نماز کے بعد منیٰ کے لئے روانہ ہو جائے، اور ظہر کی نماز وہاں پہنچ کر پڑھے، حج کی سعی کو طواف پر مقدم کرنا جائز ہے۔ اس لئے آسانی اسی میں ہے کہ سات ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ لے اور حج کی سعی کرلے اور آٹھ تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد منیٰ روانہ ہوجائے، اور بقیہ نمازیں منیٰ میں ادا کرے اور طلوع فجر کے بعد منیٰ سے عرفات کے لئے روانہ ہو، اگر امام کے ساتھ نماز پڑھے تو ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھے ورنہ ہر نماز اپنے وقت میں پڑھے، (مفتی نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں: اس جمع کے لئے امام اعظم ضروری ہے اگر امام اعظم نہ ہو یا گمراہ اور بدمذہب ہو تو ہر ایک نماز علیحدہ اپنے اپنے وقت

میں پڑھی جائے (تفسیر خزائن العرفان ص:۴۷)

اس کے بعد جبل رحمت کے قریب جا کر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور بلند آواز سے گڑگڑا کر دعا مانگے اور زندگی کے تمام گناہوں سے توبہ کرے، تاہم کھڑا ہونا شرط یا واجب نہیں ہے اگر بیٹھ کر دعا کی پھر بھی جائز ہے- اس جگہ رسول اللہ ﷺ نے وقوف فرمایا تھا یہ جگہ میدانِ عرفات کے وسط میں ہے، اگر یہاں موقع نہ ملے تو وادی عرنہ کے سوا تمام میدان عرفات موقف ہے، میدانِ عرفات میں جس جگہ بھی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر دعا کر لی، حج ہو جائے گا (خیال رہے مسجد نمرہ جس میں نماز پڑھی جاتی ہے یہ مسجد میدانِ عرفات سے خارج ہے- یہ بطن عرنہ میں واقع ہے اگر کسی شخص نے لاعلمی کی وجہ سے اس مسجد میں ہی قیام کرلیا اور میدانِ عرفات نہیں گیا تو اس کا حج نہیں ہوگا) غروب آفتاب تک میدانِ عرفات میں رہنا واجب ہے، غروب آفتاب کے بعد میدانِ عرفات سے مزدلفہ کے لئے روانہ ہو، راستہ میں

الله اکبر الله اکبر لااله إلا اللهُ وَاللهُ اَکْبَرُ اَللهُ اکبرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْد پڑھتا رہے (یا تلبیہ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْك لَبَّيْك لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْك إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَك

حاضر ہوں الٰہی میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بیشک تعریف، نعمت، ملک، تیرے ہیں تیرا کوئی شریک نہیں پڑھتا رہے) پیدل جانا مستحب ہے۔

مزدلفہ میں رات گذارنا: مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھے، مغرب میں ادا کی نیت کرے اور اس کی سنتوں کو ترک کردے اس رات کو جاگ کر عبادت کرنا لیلۃ القدر میں جاگنے سے افضل ہے، اسی رات میں رمی کے لئے ستر یا اسی کنکریاں چن لے۔ (یہ کنکریاں راستہ میں یا منی سے بھی لی جاسکتی ہیں) طلوع فجر کے بعد صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھے، اس کے بعد وقوف کرے (کھڑے ہو کر دعا کرے) وقوف کا وقت طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک ہے۔ خواہ اس وقت چل رہا ہو وقوف ہو جائے گا-

الله اکبر الله اکبر لااله إلا اللهُ وَاللهُ اَکْبَرُ اَللهُ اکبرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْد پڑھے، تلبیہ پڑھے درود شریف پڑھے اور دعا کرے، جب خوب روشنی پھیل جائے تو منٰی کے لئے روانہ ہو اور جمرہ عقبہ کو رمی کرے، (وہ جمرہ جو مکہ کی جانب ہے یعنی پہلے دن پہلے اور دوسرے جمروں کو چھوڑ دے آخری جمرہ کو کنکریاں مارے) پانچ ہاتھ کے فاصلہ سے سات کنکریاں مارے، ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہے، رمی کے بعد قربانی کرے، پھر سر کے منڈوالے یا کٹوالے، منڈوانا افضل ہے، اگر بال کٹوائے تو ایک پور کے برابر بال کٹوائے چوتھائی سر کے بال کٹوانا واجب ہے اور پورے سر کے بال کٹوانا مستحب ہے، سر منڈوانے کے بعد وہ حلال ہو گیا اور وائف سے جماع کے علاوہ اُس پر ہر چیز حلال ہو گئی، پھر ایام نحر کے تین دنوں میں سے کسی ایک دن مکہ مکرمہ جا کر طواف زیارت کرلے، اگر پہلے سعی کر چکا ہے تو اس طواف میں رمل نہیں کرے گا، اور اگر پہلے سعی نہیں کی تو پہلے تین چکروں میں رمل کرے گا اور سات چکر پورے کرے، دو رکعت نماز طواف پڑھے گا اور اس کے بعد سعی کرے گا، طواف زیارت کے بعد اس پر وائف بھی حلال ہو جائے گی-

اگر اس نے طواف زیارت کو قربانی کے تین دنوں کے بعد کیا تو یہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور اس پر دم لازم آئے گا، (طواف زیارت کا وقت ساری عمر ہے) وقوف عرفات اور طواف زیارت کرنے کے بعد حج کے ارکان ادا ہو گئے، وقوف مزدلفہ، حج کی سعی اور رمی جمار واجب ہیں، ان میں سے کسی ایک کے بھی ترک سے دم لازم آئے گا، دس ذوالحجہ کو طوافِ زیارت کرنے کے بعد منٰی لوٹ آئے اور رات وہاں گذارے، اور گیارہ تاریخ کو زوال کے بعد تینوں جمرات پر رمی کرے اور ہر جمرہ پر سات سات کنکریاں مارے، پھر بارہ تاریخ کو اسی طرح کنکریاں مارے- دس تاریخ کو رمی

کرنے کا وقت فجر سے غروب تک ہے اور گیارہ اور بارہ تاریخ کو زوال سے لے کر غروب تک ہے، تیرہ تاریخ کو طلوع فجر سے پہلے منیٰ سے مکہ روانہ ہو سکتا ہے اور تیرہ تاریخ کی فجر کو پالیا تو پھر اس دن کی رمی کرنی ہوگی۔ جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہونے کا ارادہ کرے تو الوداعی طواف کرے اس کو طوافِ صدر کہتے ہیں یہ طواف (آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والوں کے لئے) واجب ہے (عورت نے اگر طوافِ زیارت کرلیا ہو اور روانگی کے وقت اُس کو ماہواری آجائے تو اُس کو طوافِ الوداع معاف ہے)، افتتاحی طواف کو طوافِ قدوم کہتے ہیں یہ مستحب ہے، طوافِ زیارت فرض ہے اور وداع یا طوافِ صدر واجب ہے۔ طوافِ وداع کرنے کے بعد حج کے تمام ارکان اور واجبات ادا ہوگئے اور حج مکمل ہوگیا، اس کے بعد مدینہ منورہ کا سفر کرے۔ (مراقی الفلاح ص:۴۴۸) تفسیر تبیان القرآن سعیدی جلد اص:۷۵۹-۷۶۲ کتاب الحج (قدوری)

طوافِ زیارت: پھر دسویں تاریخ یا گیارھویں یا بارھویں تاریخ کو مکہ آئے اور سات پھیروں سے بیت اللہ کا طواف کرے اور اسے طوافِ زیارت کہتے ہیں (اور یہ طواف حج میں فرض ہے اور اسی طواف کا نام طوافِ افاضہ اور طوافِ النحر اور طوافِ رکن بھی ہے) اگر کوئی طوافِ قدوم کے بعد صفا مروہ کے درمیان سعی کر چکا تھا تو وہ اس طواف میں رمل نہ کرے اور نہ سعی کرے (کیونکہ حج مفرد میں سعی کرنا ایک ہی دفعہ مشروع ہے لیکن حج قران اور تمتع والوں کے لئے دو سعی ہیں ایک عمرہ کی اور ایک حج کی حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اَلْقَارِنُ يَطُوْفُ طَوَافَيْنِ وَيَسْعَى سَعْيَيْنِ قارن دو طواف کرے اور دو مرتبہ سعی کرے (طحاوی ۲/۲۰۵)

اور اگر پہلے سعی نہیں کی تھی تو اس طواف میں رمل کرے اور اس کے بعد سعی کرے جیسا کہ بیان ہوا اور اُس وقت اُس کے لئے عورتیں بھی حلال ہوگئیں اور حج میں یہی طواف فرض ہے اور ان ایام (یعنی قربانی کے دنوں) سے اُسے مؤخر کرنا مکروہ ہے پس ان سے اگر کسی نے مؤخر کردیا (بارھویں کا سورج غروب ہوگیا) تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اُس پر دم لازم ہے (کیونکہ اُس نے واجب کو ترک کردیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے) اور صاحبین کا قول ہے کہ اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہے۔

حج قران: اور قران کی تفصیل یہ ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا جائے اور نماز کے بعد یہ کہے اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهُمَا لِيْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّيْ الٰہی میں حج اور عمرہ کرنا چاہتا ہوں تو ان دونوں کو میرے لئے آسان کردے اور ان کو میری طرف سے قبول فرما یا اس طرح کہے لبیک عمرۃ وحجا پھر جب مکہ میں داخل ہو تو طواف شروع کرے یعنی خانہ کعبہ کے سات چکر لگائے پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور باقی تین پھیروں میں عام چال سے چلے اور اس کے بعد صفا مروہ کے درمیان سعی کرے اور یہ افعال عمرہ کے ہیں۔ پھر سعی کے بعد طوافِ قدوم کرلے اور حج قران کے لئے صفا و مروہ کی سعی بھی کرلے جیسا کہ ہم حج مفرد کے حق میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (اور حج و عمرہ کے درمیان سر نہ منڈائے بلکہ قربانی کے دن سر منڈائے)

پھر جب قربانی کے دن جمرہ عقبہ پر کنکریاں مار چکے تو بکری یا ایک گائے یا ایک اونٹ ذبح کرے یا اونٹ یا گائے کے ساتویں حصہ میں شریک ہو پس یہ دم قران کا ہے۔ اگر اس کے پاس کوئی جانور ذبح کرنے کو نہیں ہے تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اس طرح کہ آخر روزہ عرفہ کے دن کا ہو۔

اگر روزے نہیں رکھ سکا یہاں تک کہ قربانی کا دن آگیا تو اب اُس کے لئے سوائے دم قران کے اور کوئی چیز کافی نہ ہوگی پھر (یعنی ایام تشریق گذر جانے کے بعد) اپنے گھر آکر سات روزے رکھے اور اگر ان روزوں کو حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ ہی میں رکھ لے تب بھی جائز ہے۔ اگر کوئی قارن (یعنی حج قران والا مکہ میں نہیں گیا اور عرفات چلا گیا تو وقوف کی وجہ سے وہ عمرہ کا تارک ہوگیا اور دم قران بھی اس سے ساقط ہو

گیا۔اور عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے ایک اور دم اس پر لازم ہے اور اس عمرہ کی قضا کرنی بھی اُس پر لازم ہے۔

حج تمتع: ہمارے نزدیک (ظاہر روایت میں) تمتع افراد سے افضل ہے اور متمتع (یعنی حج تمتع کرنے والے) کی دو قسمیں ہیں-ایک وہ جو ہدی لے جائے دوسرا وہ جو ہدی نہ لے جائے اور حج تمتع کا طریقہ یہ ہے کہ حاجی میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو اور عمرہ کے لئے طواف کرے اور (صفا مروہ کے درمیان) سعی کرے اور (اس کے بعد) سر منڈوا کر یا بال کتروا کر اپنے عمرہ سے حلال ہو جائے اور طواف شروع وقت وقت تلبیہ کہنا چھوڑ دے۔(یعنی حجر اسود کا استلام کرنے کے بعد) اور حلال ہو کر مکہ میں ٹھہرا رہے پھر جب یوم ترویہ آئے تو مسجد حرام سے احرام باندھے اور جس طرح (فقط) حج کرنے والا کرتا ہے اسی طرح یہ بھی کرے اور تمتع کا دم اس پر لازم ہے پس اگر دم میسر نہ ہو تو حج (کے دنوں) میں تین روزے رکھے اور سات روزے گھر آ کر رکھے۔اور اگر کوئی متمتع ہدی ساتھ لے جانا چاہے تو وہ (عمرہ کا) احرام باندھ کر اپنی ہدی کو لے جائے پس اگر ہدی اونٹ ہے تو اُس کی گردن میں پرانا مشکیزہ یا پرانے جوتے ڈال دے،اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اونٹ کو اشعار کر دے اور اشعار کے معنی یہ ہیں کہ اس کی دائیں جانب سے اس کے کوہان میں زخم کر دے (اور اولیٰ یہ ہے کہ بائیں جانب میں زخم کرے) اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اشعار نہ کرے (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام صاحب نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں کہا بلکہ اپنے زمانہ کے اشعار کو مکروہ فرمایا تھا کیونکہ وہ لوگ ایسا زخم کرتے تھے کہ اونٹ کے مر جانے کا اندیشہ تھا لیکن اگر کوئی اشعار کے معنی سے بخوبی واقف ہو کہ فقط کھال ہی کٹے گوشت تک نوبت نہ پہنچے تو اس میں کچھ حرج نہیں)

پس جب مکہ میں داخل ہو تو طواف کرے اور سعی کرے اور حلال نہ ہو یہاں تک کہ ترویہ کے دن حج کا احرام باندھے اور اگر اس سے پہلے احرام باندھ لیا تب بھی جائز ہے اور اس پر تمتع کا دم لازم ہے۔پس جب قربانی کے دن سر منڈوالے گا تو دونوں احراموں سے حلال ہو جائے گا اور اہل مکہ کے لئے تمتع ہے اور نہ قران بلکہ ان کے لئے حج افراد خاص ہے۔مفتی نعیم الدین مراد آبادی سورہ بقرہ کی آیت (۱۹۶) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے نہ قران اور حدودِ میقات کے اندر رہنے والے اہل مکہ میں داخل ہیں۔(تفسیر خزائن العرفان ص ۴۶) اور اگر متمتع اپنے عمرہ سے فارغ ہو کر اپنے شہر کو چلا گیا اور وہ ہدی نہیں لے گیا تھا تو اُس کا تمتع باطل ہو گیا (اور اگر ہدی لے گیا تھا تو تمتع باطل نہیں ہو گا) اور اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور اُس کے طواف کے چار پھیروں سے ابھی کم کئے پھر حج کا مہینہ داخل ہو گیا تو ان سے ان پھیروں کو پورا کر دیا (یعنی پورے سات پھیرے کر لئے) اور حج کا احرام باندھ لیا تو یہ شخص متمتع ہو جائے گا،اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے اپنے طواف کے چار پھیرے یا اس سے زائد کر لئے تھے پھر اسی سال اُس نے حج کیا تو وہ متمتع نہ ہو گا۔حج کے مہینے یہ ہیں شوال ذوالقعدہ اور دس روز ذی الحجہ کے،اگر کسی نے ان سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا تو تب بھی جائز ہے اور اس کا حج درست ہو جائے گا (لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے (تفسیر خزائن العرفان ص ۴۶) اور اگر احرام کے وقت عورت کو حیض آ جائے تو وہ غسل کر کے احرام باندھ لے اور جس طرح حاجی کرتے ہیں اسی طرح کرے سوائے اس کے کہ وہ پاک ہونے تک خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے اور اگر وقوف عرفات اور طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے تو وہ مکہ سے لوٹ جائے اور طواف وداع ترک کرنے کی وجہ سے اُس پر کوئی چیز لازم نہیں ہو گی۔

......☆☆☆☆☆......

......☆☆☆......

فضائل مدینہ منورہ

﴿محقق دوراں حضرت علامہ ابوابراہیم صاحب مدینہ شریف﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. ﴾ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔(نساء آیت:۶۴) جو شخص زیارت کے لئے آئے وہ دروازے پر کھڑا ہو اور آپ کا وسیلہ پیش کرے تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے جو آپ کے پاس آیا اور توبہ کی اور آپ سے شفاعت طلب کی اور آپ نے اس کی شفاعت کردی تو اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا ۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ کا حکم صرف رسول اللہ ﷺ کی ظاہری زندگی تک محدود تھا وصال کے بعد آپ سے استغفار یا شفاعت کی درخواست جائز نہیں تو ان کا یہ قول مردود ہے اور ان کی جہالت کا ثبوت ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی ممانعت نہیں اور یہ قرآن پاک صرف صحابہ کرام کے لئے نازل نہیں تھا بلکہ قیامت تک کے لئے تمام مسلمانوں کے لئے اور تمام زمانوں میں قابل عمل ہے۔اس قسم کی باتیں کرنے والے لوگ کم ازکم اپنے علماء کی کتابیں پڑھ لیتے تو مسلمانوں پر شرک وبدعت کے فتوے نہ لگاتے۔

مفتی شفیع دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:—اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. ﴾ یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے،لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوجائے اور آپ اس کے لئے دعائے مغفرت کردیں اس کی مغفرت ضرور ہوجائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہوسکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (معارف القرآن ج۲ص۴۵۹)

معروف دیوبندی عالم **محمد سرفراز گکھڑوی** صاحب لکھتے ہیں:عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مؤرخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ مواہب میں بہ سند امام ابومنصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کرکے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کرکے عرض کیا یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل کی جس میں ارشاد ہے﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. ﴾ میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے

يا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُهُ ☆ فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں☆ جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہوگئے

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهُ ☆ فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ آرام فرما ہیں☆ اس میں عفو ہے اس میں سخاوت اور لطف وکرم ہے۔ پھر وہ اعرابی چلا گیا عتبی بیان

کرتے ہیں کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ نے فرمایا: اے عتبی اس اعرابی کو خوشخبری دے دو کہ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ اور اس محمد بن حرب (عتبی) کی وفات ۲۸۸ھ میں ہے، غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں، پس حجت ہو گیا۔ (نشر الطیب)

قاسم نانوتی صاحب یہ آیت کریمہ لکھ کر فرماتے ہیں: کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں، اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں (آب حیات ۴۰)

اور ظفر احمد عثمانی یہ واقعہ ذکر کر کے لکھتے ہیں: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰) ان اکابر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے، بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں: کہ یہ آیت کریمہ اس معنی میں صریح ہے۔ (شفاء السقام) اور خیر القرون میں کاروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔ (تسکین الصدور ص ۳۶۵-۳۶۶)

دونوں عالم میں مقصود گر تجھ کو آرام ہے ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

امام الوہابیہ ابن تیمیہ نے وصال کے بعد وسیلہ کو شرک قرار دیا:۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ وفات کے بعد کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کرنا شرک کی طرف لے جاتا ہے لکھتے ہیں: ہر چند کہ انبیاء اور صالحین اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ زندوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور بیشک اس کی تائید میں احادیث بھی ہیں، پھر بھی کسی شخص کے لئے ان سے دعا کو طلب کرنا جائز نہیں ہے اور پہلے لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کیا کیونکہ یہ شرک کا سبب ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کا ذریعہ ہے، اس کے برخلاف اگر ان کی زندگی میں ان سے دعا طلب کی جائے تو یہ شرک نہیں ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳۳۰) ابن تیمیہ نے صحابہ کرام کو مشرک قرار دیا یہ نام نہاد شیخ اتنا بڑا جاہل تھا کہ اس کو احادیث کا علم ہی نہیں تھا یا علم تو تھا لیکن اللہ نے کے دل پر مہر لگا دی تھی افسوس تو ان لوگوں پر جو سنی کہلانے کے باوجود ابن تیمیہ کو اپنا امام کہتے ہیں خلفاء راشدین کے عقیدہ کو شرک کہنے والا امام کیسے ہو سکتا ہے اب صحابہ کرام کا عقیدہ سنو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کرام کا رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا:۔

عـن مالك الدار رضى الله عنه و كان حازنُ عُمَرَ على الطعام قال:أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ رضى الله عنه فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُولَ الله! اسْتَسْقِ اللهَ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْ فَأَتَاهُ رسولُ الله ﷺ فِي الْمَنَامِ فقالَ: ائْتِ عُمَرَ فَاقْرَئْهُ مِنِّي السَّلامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ مُسْقَوْنَ.

وهـذا إسـنـاده صحيح قال الحافظ ابن حجر: وروى ابن شيبة بإسناد صحيح وقد سيف فى الفتوح: أن الذى راى فى المنام المذكور هو بلال بن حارث المزنى أحد الصحابة قال ابن حجر إسناده صحيح

حافظ ابو بکر بیہقی چند واسطوں سے فرماتے ہیں کہ حضرت مالک الدار جو حضرت عمر کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بار لوگوں پر قحط آ گیا ایک صحابی (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہ ﷺ کی قبر پر گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں، نبی کریم ﷺ اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اُن کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سیف نے فتوح میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ یکے از صحابہ حضرت بلال بن حارث مزنی تھے رضی اللہ عنہ

فتح الباری جلد۲ ص۱۵۰۴صحیح البخاری کتاب الاستسقاء۔مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص۳۲،البدایہ والنہایہ ج۱ص۹۱ حوادث عام ثمانیۃ عشر۔(المفاہیم مترجم از سید علوی مالکی ص۱۵۲)البدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیر ج۷ص۹۱،۹۲

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر اور دونوں نے سنداً صحیح قرار دیا ہے اور ان دونوں کی تصحیح کے بعد کسی تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ کسی کا انکار در خور اعتناء ہے، علم حدیث میں حافظ ابن کثیر کی شخصیت موافقین اور مخالفین سب کے نزدیک مسلّم ہے اور حافظ ابن کثیر نے امام بیہقی کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی قبر انور پر جا کر آپ سے بارش کی دعا کے لئے درخواست کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ اور اپنا خواب بیان کیا اور حضرت عمر نے اس کو مقرر رکھا اور اس پر انکار نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی وصال کے بعد صاحب قبر سے دعا کی درخواست کرنا اور ان کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن قرط حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کا عقیدہ:۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن قرط صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اپنا خط ابو عبیدہ بن الجراح کے نام یرموک بھیجا اور سلامتی کی دعا کی عبداللہ جب مسجد سے نکلے تو خیال آیا کہ مجھ سے خطا ہوئی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ شریف پر سلام عرض نہیں کیا شاید اس کے میں روضہ رسول کی زیارت نہ کرسکوں اس لیے روضہ شریف پر حاضر ہوئے۔ وہاں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرات علی بن ابی طالب وعباس رضی اللہ عنہم حاضر تھے۔امام حسن حضرت علی کی گود میں اور امام حسین حضرت عباس کی گود میں تھے۔اور وہ تلاوت کررہے تھے حضرت عبداللہ نے حضرت علی اور حضرت عباس سے عرض کی کہ کامیابی کے لیے دعا فرمائیں خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کے پاس تو دونوں نے روضہ شریف پر ہاتھ اُٹھا کر یوں دعا کی:۔ ﴿ اللّٰهُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِهٰذَا النَّبِيِّ المصطفى والرسول المجتبى الذی تَوَسَّلَ بِهِ آدمُ فَاَجَبْتَ دَعْوَتَهُ وَغَفَرْتَ خَطِيْئَتَهُ سَهِّلْ على عبدِ اللهِ طَرِيْقَهُ وَاطْوِ لَهُ الْبُعْدَ وَاَيِّدْ اصحابَ نَبِيِّكَ بالنصر انك سميع الدعاء﴾ یااللہ! ہم اس نبی مصطفیٰ ورسول مجتبیٰ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں کہ جن کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول ہوگئی اور اُن کی خطاء معاف ہوگئی کہ تو عبداللہ پر اُس کا راستہ آسان کردے اور بعید کو نزدیک کردے اور اپنے نبی کے اصحاب کی فتح ونصرت کے ساتھ مدد فرما بیشک تو دعا کا سننے والا ہے اس کے بعد حضرت علی نے عبداللہ سے کہا کہ اب جایئے اللہ تعالیٰ حضرت عمر وعباس وعلی وحسن وحسین وازواج رسول اللہ ﷺ ورضی اللہ عنہم کی دعا کو رد نہ کرے گا کیونکہ انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں اس نبی کا وسیلہ پکڑا ہے جو اکرم الخلق ہیں۔(فتوح الشام ج۱ ص۱۰۵، سیرت رسول عربی ص۵۷۸)

سعودی نجدی لوگ جو خود روضہ رسول کی طرف پشت کر کے کھڑے ہوتے ہیں کسی کو روضہ رسول پر ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کرنے دیتے اگر کوئی دعا کر رہا ہو تو اس کا منہ قبلہ کی طرف کردیتے ہیں اگر کوئی ان سے پوچھے کہ ایسا کیوں کرتے ہو تمہارے پاس کیا دلیل ہے تو کوئی صحیح جواب نہیں دے سکتے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں جن سے قبر کی طرف منہ کر کے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت ہے

قبرستان میں ہاتھ اُٹھا کر دعائے مغفرت کرنا سنتِ رسول اللہ ہے:۔ عَنْ عائشةَ رضي اللهُ عنها قَالَتْ: لَمَّا كَانَتْ لَيْلَتِي الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْهَا عِنْدِيْ فَتَحَ الْبَابَ فَخَرَجَ حَتَّى جَاءَ الْبَقِيْعَ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ انْحَرَفَ قَالَ :فَإِنَّ جِبْرِيْلَ أَتَانِي فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيْعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اُس رات کی بات ہے جب رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تھے آپ نے دروازہ کھولا اور باہر نکلے حتیٰ کہ بقیع (قبرستان) پہنچے اور دیر تک کھڑے رہے پھر آپ نے تین بار اپنے ہاتھ اُٹھائے اور واپس آگئے آپ نے فرمایا اس وقت جبریل میرے پاس آئے تھے اور کہا آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ تم جا کر اہل بقیع کے لئے بخشش کی دعا کرو۔ مسلم حدیث(۹۷۴) کتاب الجنائز مشکاۃ حدیث(۱۷۶۷) کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور۔کتاب الروح۔المسالۃ السادسۃ عشرۃ ص:۱۹۳ -از ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ

قبر کی طرف چہرہ کر کے دعا مانگنا:۔ عَنْ ابن عباس رضی اللهُ عنهما قال: مَرَّ رسُولُ اللهِ ﷺ بِقُبُوْرِ الْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ: السَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالأَثَرِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں کچھ قبروں پر گذرے تو اُن کی طرف اپنا چہرہ پاک کیا پھر فرمایا: اے قبر والو تم پر سلام ہو اللہ ہمیں اور تمہیں بخشے تم ہمارے اگلے ہو ہم تمہارے پیچھے ہیں۔ترمذی حدیث:۱۰۵۳ کتاب الجنائز ،مشکوۃ حدیث (۱۷۶۵) کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور

اس حدیث سے معلوم ہوا بعداز وصال بھی اہل قبور کو یا کے ساتھ خطاب جائز ہے اور جب ایصال ثواب کیا جائے پہلے اپنے لئے دعا کی جائے پھر اہل قبور کے لئے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اہل قبور کی طرف منہ کر کے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی ہے تو اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا مانگیں تو ناجائز نہیں ہوگا بلکہ اسی حدیث پر عمل ہوگا اور یہی سلف صالحین اور ائمہ کا طریقہ ہے خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام مالک سے پوچھا کہ میں دعا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف تو امام صاحب نے جو جواب دیا وہ اہل محبت وعقیدت کے لئے سرمہ بصیرت ہے فرمایا:

﴿لِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِيْلَتُكَ وَوَسِيْلَةُ أَبِيْكَ آدمَ عليه السلام إلى اللهِ تعالى يوم القيامةِ بَلِ اسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهِ فَيُشَفِّعَهُ اللهُ تَعَالى﴾ آپ نے فرمایا: اے امیر تو حضور کی جانب سے کیوں منہ پھیرتا ہے حالانکہ حضور ﷺ تیرے لئے بھی اور تیرے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے بھی روزِ قیامت وسیلہ ہیں تو حضور کی جانب متوجہ ہو کر اُن سے شفاعت طلب کر اللہ تعالی قبولیت عطا فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ﴾ اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اے محبوب تیرے حضور حاضر ہوں۔ (شفاشریف جلد۲ص:۴۱ الباب الثالث فی تعظیم امرہ)۔

مجرم بلائے آئے ہیں جَآءُوْكَ ہے گواہ　　پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے　　(اعلی حضرت)

نماز کا قبلہ کعبہ ہے اور دعا کا قبلہ آسمان ہے۔ لہذا نماز میں کعبہ کی طرف منہ ہونا ضروری ہے اور دعا کے لئے کعبہ کی طرف منہ کرنا شرط نہیں حضور ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو نمازیوں کی منہ کر کے بیٹھتے اور دعا مانگتے اگر عام قبور کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا جائز ہے تو ان کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا کیسے ناجائز ہو سکتا ہے جو کعبہ کے بھی کعبہ ہیں

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو　　کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

روضہ رسول کی طرف قصداً سفر کرنے والا رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں ہوگا اور آپ کی شفاعت کا مستحق ہوگا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ زَارَ قبری وجبت له شفاعتی﴾ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (دارقطنی کتاب الحج 2/--278، فضائل الاعمال للحافظ محمد بن عبد الواحد المقدسی حدیث 392)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ زَارَنِی مُحْتَسِبًا -وفی روایة- مُتَعَمِّدًا اِلَی المدینةِ کان فی جِوارِی یَومَ القیامةِ وَمَنْ ماتَ فی اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بُعِثَ مِنَ الآمِنِیْنَ یَومَ القیامةِ﴾ جس نے ثواب کی نیت سے اور ایک روایت میں ہے جس نے قصداً مدینہ میں میری زیارت کی وہ روزِ قیامت کے دن میری امان اور پناہ میں ہوگا اور جو دو حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہو جائے اسے روزِ قیامت امن والوں میں اٹھایا جائے گا۔ (الترغیب والترہیب حدیث 1803-1802 مشکوۃ کتاب المناسک باب حرم المدینہ حدیث 2755)

نہ جہاں میں کہیں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی　　میرے جرمِ خانہ خراب کو تیرے عفوِ بندہ نواز میں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَن حَجَّ فزارَ قبری بعد وفاتی فکانما زارَنی فی

حیاتی ﴾ جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

(دار قطنی کتاب الحج 2/ 278--278' فضائل الاعمال للحافظ محمد بن عبدالواحد المقدسی حدیث 392) مشکوۃ کتاب المناسک باب حرم المدینہ حدیث 2757) مجمع الزوائد 2/4' بیہقی سنن کبری 246/5

زائرین رسول اللہ ﷺ کو دو مقبول حج کا ثواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ مَن حَجَّ الی مکۃَ ثُمَّ قَصَدَنِی فی مَسْجِدِیْ کُتِبَتْ لَہُ حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانِ ﴾ جس نے مکہ میں حج کی اور پھر میں مسجد میں مجھے ملنے آیا اس کے لئے دو مقبول حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔(وفاء الوفاء جلد ۴ ص 1347 الباب الثامن)

مسجد نبوی میں ایک نماز چاہے فرض ہو یا نفل حج کے برابر ہے: حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے نکلا تا کہ میری مسجد میں نماز ادا کرے تو اس کے لئے حج کا ثواب ہے۔(وفاء الوفاء 424/2)

یہ مسجد کی فضیلت نہیں رسول اللہ ﷺ کی فضیلت ہے یہ آپ ﷺ کے قدموں کی برکت ہے کہ ایک نماز کا ثواب حج کے برابر ہو گیا۔

مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کی فضیلت: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میری مسجد میں لگاتار چالیس نمازیں ادا کیں اس کے لئے آگ سے آزادی عذاب سے نجات اور نفاق سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔ احمد حدیث 1273' ترغیب 1772)

مدینہ میں ایک نماز کا ثواب چار لاکھ نماز کے برابر ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ اللّٰھُمَّ اجْعَلْ بالمدینۃِ ضِعْفَیْ ما جعَلْتَ بمکۃ مِنَ البَرَکۃِ ﴾ اے اللہ مدینہ میں مکہ سے چار گنا زیادہ برکتیں عطا فرما۔ بخاری حدیث 1885 مسلم 1369 مشکوۃ 2755 مکہ میں ایک برکت ہو تو ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ جہاں چار گناہ برکتیں ہوں وہاں ایک نیکی چار لاکھ نیکیوں کے برابر ہو گی۔

لیکن خیال رہے کہ ان نجدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ یہ مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں اور انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو "کتاب التوحید" میں مشرک لکھا ہے۔ اس لئے ان کے پیچھے نماز ادا کر کے اپنی نمازوں کو ضائع مت کرنا بلکہ اکیلے بھی نماز پڑھو گے تو یہ ثواب مل جائے گا۔

مدینہ منورہ میں عمرہ کا ثواب

مسجد قباء:۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:- جس شخص نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر مسجد قباء آ کر نماز پڑھی اُس کے لئے عمرہ کا ثواب ہے۔ (ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۴۱۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:- مسجد قباء میں دو رکعت ادا کرنا مجھے دو مرتبہ بیت المقدس جانے سے زیادہ پیارا ہے۔(وفاء الوفاء)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر ہفتہ کے دن پیدل اور سوار ہو کر مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔(بخاری حدیث نمبر ۱۱۹۳) مشکوۃ حدیث نمبر ۶۹۵

حضرت شریک بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مرسلا روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر پیر کے دن قبا تشریف لاتے تھے۔(وفاء الوفاء ص نمبر ۸۰۳)

مدینہ دار الشفاء ہے:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:- کیا تم نہیں جانتے کہ مدینہ کی عجوہ کھجور میں بیماری سے شفا ہے اور اس کے غبار میں جذام سے شفا ہے۔ (وفاء الوفاء ۱/ ۶۸)

رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ثابت بن قیس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور یہ دعا پڑھی

(اَکْشِفِ الْبَاْسَ رَبِّ النَّاسِ عَنْ ثابتِ بنِ قیسِ بنِ شماسٍ) پھر بطحان کی مٹی لی اُس کو پیالہ میں رکھا اور پانی کے ساتھ اپنا لعاب بھی ڈالا پھر اُس پانی کو مریض پر چھڑک دیا۔(ابوداود حدیث ۳۸۸۵)

رسول اللہ ﷺ اپنے ایک صحابی بالحارث کی تیمارداری کے لئے تشریف گئے اور فرمایا: تم صعیب کی مٹی لے کر پانی میں ڈالو اور تم میں سے کوئی اُس میں اپنا

لعاب ڈالے اور یہ دعا پڑھے(بسمِ اللہِ تُرَابُ ارْضِنَا، برِیْقِ بَعْضِنَا ِشفاءً لِمَرِیْضِنَا بَاِذْنِ رَبِّنَا) انہوں نے یہ عمل کیا تو اُن کا بخار اُتر گیا۔(وفاء الوفاء ا/ ۶۸)

مدینہ میں جنتی وادی بطحان جس میں خاک شفا کا میدان ہے:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بطحان علی برکۃ من برك الجنۃ ۔ وادی بطحان جنت کے تالابوں میں سے ایک تالاب پر ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۱۴)

مدینہ میں جنتی کنواں بئر غرس:۔ ابراہیم بن اسماعیل مرسلا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے آج کی رات جنت کے کنوؤں میں سے کسی کنویں پر صبح کی ہے تو اُس صبح آپ بئر غرس پر پہنچے اور اس کے پانی سے وضو فرمایا اور اپنا لعاب مبارک اس میں ڈالا اور کسی نے شہد کا ہدیہ پیش کیا تو آپ نے وہ بھی اس میں ڈال دیا اور وصال مبارک کے وقت اسی کنویں کے پانی سے آپ کو غسل دیا گیا۔ (وفاء الوفاء ص نمبر ۹۸۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی: جب میں انتقال کر جاؤں تو مجھے میرے کنویں بئر غرس کے سات مشکیزوں سے غسل دینا۔ (ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۴۶۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا کنواں بئر غرس ہے اور یہ جنت کے چشموں میں سے ہے اور اس کا پانی سب سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (طبقات ابن سعد، جلد ا ص ۵۰۳)

جائے وقوع: یہ کنواں مسجد قباء کے مشرق میں تقریباً نصف میل کے فاصلے پر ہے۔ المطری کے بیان کے مطابق اسے آٹھویں صدی ہجری میں دوبارہ کھودا گیا تھا۔ (ابوابِ تاریخ مدینہ از علی حافظ ص ۱۲۹)

مدینہ میں جنتی پہاڑ اور جنتی جنگیں:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبل اُحد جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور جبل عیر دوزخ کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ (وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۲۶)

طبرانی شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُحد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جب تم اُس کے پاس سے گذرو تو اُس کے درختوں میں سے کچھ کھاؤ اگر چہ خاردار درخت ہی ہو۔ (وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۲۶)

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں۔ چار نہریں جنت کی نہروں میں سے ہیں اور چار جنگیں جنت کی جنگوں میں سے ہیں۔ کہا گیا پہاڑ کون سے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا: اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ جنتی پہاڑ ہے، ورقان جنتی پہاڑ ہے، طور جنتی پہاڑ ہے اور لبنان جنتی پہاڑ ہے اور چار نہریں نیل، فرات، سیحان اور جیحان جنتی ہیں اور چار جنگیں بدر، اُحد، خندق اور حنین ہیں۔ وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۲۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سیحان، جیحان، فرات اور نیل یہ سب جنت کی نہروں میں سے ہیں۔ (مسلم حدیث نمبر ۲۸۳۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں: کہ جب اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر تجلی فرمائی تو عظمتِ باری تعالیٰ سے چھ پہاڑ اُڑے، اُس کے تین ٹکڑے مدینہ منورہ میں گرے اور تین مکہ میں۔ مدینہ میں گرنے والے، اُحد، ورقان اور رضوی ہیں اور مکہ میں گرنے والے حراء، ثبیر اور ثور ہیں۔ (وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۲۷)

نوٹ: اُحد مدینہ منورہ سے تین میل پر ہے اور ورقان روحاء میں مدینہ سے اڑتالیس (48) میل کے فاصلہ پر ہے اور رضوی ینبع میں جو مدینہ سے چار رات کے فاصلہ پر ہے۔ سیحان اور جیحان شہر اَرمن میں ملک شام کے قریب ہیں اور فرات کوفہ میں جبکہ نیل مصر میں ہے۔

﴿شہدائے احد کی فضیلت﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شہدائے احد کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، اُن کے پاس کھڑے

ہوئے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو (اے مسلمانو!) اِن کی زیارت کیا کرو اور اِنہیں سلام کرو، اُس کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے جو بھی اِنہیں سلام کرے گا یہ لوگ قیامت تک اُس پر سلام بھیجتے رہیں گے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط۔ مجمع الزوائد جلد ۳ص ۶۰۔ وفاء الوفاء جلد ۳ص ۹۳۲۔ رواہ البیہقی فی الدلائل)

مدینہ پاک کا جنتی قبرستان جنت البقیع:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی روز قیامت اس بقیع اور اس حرم سے ستر ہزار ایسے لوگ اٹھائے گا جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان میں ہر ایک ستر ہزار کی شفاعت کریگا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔ (وفاء الوفاء 886/3' الامن والعلی 146)

نجدیوں کے نزدیک مدینہ کی زیارات کرنا حرام ہے سوائے مسجد نبوی اور مسجد قباء اور شہدائے احد اور جنت البقیع کے اسی لئے وہ مسجد قبلتین جبل احد 'غزوہ خندق جبل نور غار حرا اور جبل ثور' باغ سلمان فارسی اور خاک شفاء وغیرہ کی زیارتوں سے روکتے ہیں اور ان کو شرک وبدعت کہتے ہیں۔ لیکن یاد رہے زیارتوں کے ناجائز ہونے پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں جن میں سے ایک دلیل اللہ کا قرآن بھی ہے۔ اللہ تعانے فرمایا۔ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو۔ (سورہ بقرہ آیت 125) مقام ابراہیم ایک پتھر پر ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان ہیں۔ جہاں ابراہیم علیہ السلام نے قیام کیا وہ جگہ قیامت تک کے لئے متبرک بن گئی تو جہاں حبیب اللہ ﷺ نے قیام فرمایا وہ غار حرا' غار ثور اور مدینہ منورہ کی غاریں اور زیارتیں متبرک کیوں نہیں بن سکتی۔ بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مکہ اور مدینہ کے درمیان ہر اس مقام کو تلاش کر کے نماز پڑھتے تھے جہاں نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ بخاری حدیث (483) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منبر اقدس کے اس حصے پر ہاتھ رکھ کر چوم لیتے تھے جہاں سرکار بیٹھتے تھے۔ (شفاء شریف 2/--57-56)

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ میرے گھر تشریف لاکر نماز پڑھیں تاکہ میں اسی جگہ نماز پڑھونگا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ایسا کروں گا۔ (بخاری حدیث 1186 مسلم 657)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ اور عبداللہ بن سلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا میرے ساتھ میرے گھر چلو تاکہ میں تمہیں اس پیالہ میں پلاؤں جس میں رسول اللہ ﷺ پیتے تھے اور اس مسجد میں نماز پڑھاؤں جس میں رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے۔ تو میں ان کے ساتھ گیا تو انہوں نے مجھے ستو پلایا اور کھجوریں کھلائیں اور میں نے ان کی مسجد میں نماز پڑھی۔ (بخاری کتاب الاعتصام حدیث 7342)۔ ان دلائل سے معلوم ہوا کہ وہابیوں جھوٹے ہیں کہ قرآن وحدیث پر عمل کرنے کو شرک وبدعت کہتے ہیں اور سنی صحابہ کرام کے عقیدے پر ہیں اور یہی جنتی جماعت ہے

☆☆☆==☆☆☆

☆☆☆==☆☆☆

ہاں ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے

......((شکیل احمد سبحانی))......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساری کائنات کا خالق و مالک اللہ رب عزوجل ہی ہے......نفع ونقصان اسی کے قبضہ واختیار میں ہے......گردشِ لیل ونہار اسی کی رضا و منشا پر موقوف ہے......موت اور زندگی اسی کے حکم اور مرضی پر منحصر ہے......وہی رنج دیتا ہے......وہی خوشی دیتا ہے......اسی کی بارگاہ سے رزق ملتا ہے......اسی کے کرم سے بگڑی تقدیر سنورتی ہے......مصیبتوں سے وہی بچاتا ہے......آزمائشوں سے وہی گزارتا ہے......بنجر زمینوں کو سرسبز و شاداب کرنا اسی کے اشارے سے ہے......وہی داتا ہے......وہی آقا ہے......وہی حافظ ہے......وہی ناصر ہے......سب اسی کے محتاج ہیں......وہ خود بے نیاز ہے......وہ کریم ہے تو ایسا کریم ہے کہ اس نے اپنے محبوب بندوں کو بھی کریم بنا دیا......وہ رحیم ہے تو ایسا رحیم ہے کہ اس نے اپنے محبوب بندوں کو بھی رحیم بنادیا۔

☆......وہ چاہتا ہے تو ہر کسی کو خود ہی عطا کر دیتا ہے۔لیکن اپنے حبیب پاک ﷺ کے ذریعے اس نے اعلان کروادیا کہ "بے شک اللہ مجھے دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔"

☆......وہ چاہتا تو خود ہی گناہوں کو بخش دیتا، لیکن قرآن کے ذریعے اس نے اعلان فرمادیا کہ قبول توبہ جو چاہے وہ میرے حبیب کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے۔

☆......وہ چاہتا تو سارے جہان پر خود ہی رحمتیں نچھاور کرتا لیکن اس نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنادیا

☆......وہ چاہتا تو اپنی قدرت سے لوگوں کو خود ہی بخش دیتا لیکن اس نے اپنے پیارے نبی ﷺ کیساتھ ساتھ تمام انبیاء کو مقام شفاعت عطا فرمادیا۔

☆......وہ چاہتا تو صرف نبیوں اور رسولوں کو حقِ شفاعت عطا کرتا، لیکن اس نے اولیاء اور علماء کے ساتھ ساتھ شہیدوں اور کم سنی میں انتقال کر جانے والے ننھے منے بچوں کو بھی شافع بنادیا۔

☆......اسے خبر ہے کون گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے کون پرہیزگار ہے، پھر بھی اس نے ہر انسان کے لئے نیکی اور بدی کے فرشتے مقرر کردیئے۔

☆......اسے معلوم ہے کون اس پر ایمان رکھنے والا ہے، کون اس کا انکار کرنے والا ہے، پھر بھی اس نے قبر میں سوالات کے لئے فرشتوں کو مقرر فرمادیا۔

☆......اسے معلوم ہے کہ اس کے بندوں کے نامہ اعمال میں کتنی نیکیاں اور کتنی برائیاں ہیں۔ پھر بھی اس نے حشر میں نیکی اور بدی کے حساب کے لئے میزان بنادیا۔

غرض کہ اس کے قبضہ واختیار میں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس نے اپنے محبوب بندوں کو محروم نہیں رکھا۔ پھر بھی اسلام کے نام پر جینے والے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں اس سے کوئی غرض نہیں وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے فضائل کے منکر ہیں امت میں بھی اسی فساد کو پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ایسی باتیں پھیلاتے ہیں جس سے دین کو کچھ نسبت ہی نہیں۔ ایسے خیالات کو دین قرار دیتے ہیں جن کا قرآن وسنت سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

''کیا ہمیں اللہ کافی نہیں'' کے عنوان سے جو پمفلٹ تقلید کے منکروں کے ذریعے پھیلایا جارہا ہے، وہ بھی اسی طرح کی کوششوں کا ایک حصہ ہے۔ لیکن شعور والے مسلمان کبھی آنکھ بند کر کے کسی بھی ایسی بات کو قبول کر ہی نہیں سکتے جو ان کے ایمان وعقیدے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔ اس لئے کہ ان کی فطرت تحقیق کے بغیر کچھ ماننے کو کبھی تیار نہ ہوگی۔ ایسے افراد جب حق کی تلاش کے لئے قرآن مقدس کو اپنے ہاتھ میں اٹھائیں گے تو یہ راز خود ہی فاش ہوجائے گا کہ مشرکوں اور کافروں کے لئے نازل ہوئی آیتوں کو کس بے دردی کے ساتھ مسلمانوں پر فٹ کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ انہیں خود ہی یہ حقیقت معلوم ہوجائے گی کہ غیر مقلدوں نے قرآن کی جن آیتوں کو اپنے پمفلٹ میں درج کیا ہے اس میں کہیں بھی رب عزوجل نے یہ نہیں فرمایا کہ میری ان خوبیوں اور صفتوں کو میری عطا سے میرے مقرب ومحبوب بندوں کے لئے ماننا شرک ہوگا۔ جب کہ اہلِ سنت و جماعت کا موقف اس ضمن میں یہ ہے کہ اہلِ ایمان پر شرک کی تہمت لگانے کے لئے شرک پسندوں کی طرف سے جو پیمانہ مقرر کیا گیا ہے اسے قرآن و سنت کی تائید حاصل نہیں۔ بلکہ یہ پیمانہ قرآن وسنت کے احکامات وفرمودات کے پورے طور پر خلاف ہے۔ اس لئے کہ ایک صفت اور خوبی جسے قرآن نے اللہ تعالیٰ کے لئے بیان فرمایا ہو اور وہی صفت قرآن ہی کے ذریعے محبوبانِ خدا کے لئے بھی ثابت ہو تو اسے شرک کے زمرے میں کیسے شامل کیا جاسکتا ہے؟ مذکورہ فریقین میں سے کس کا اعتقاد قرآن پاک کے عین مطابق ہے، کس کی باتیں قرآن کے مخالف ہیں، اسے معلوم کرنے کی غرض سے قرآن مجید کی آیتوں کو ملاحظہ فرماتے چلیں۔ قرآن پاک فرماتا ہے

(۱)...... **انعم الله عليه و انعمت عليه** (سورہ الاحزاب:۳۶)

ترجمہ: اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی۔

(۲)...... **ما نقموا الاان اغنهم الله ورسوله من فضله** (سورۂ توبہ:۷۴)

ترجمہ: اور انہیں کیا برا لگا یہی تا کہ انہیں دولت مند کر دیا۔ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے

(۳) **ولوانهم رضواما اتاهم الله ورسوله و قالو حسبنا الله سيو تينا الله من فضله ورسوله الى الله راغبون** (سورہ توبہ:۵۸)

ترجمہ: اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دیئے پر اور کہتے ہمیں اللہ ہی کافی ہے۔ اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

اسلامی ذہن رکھنے والے سنجیدہ افراد اگر مذکورہ تین آیتوں پر غور وفکر فرمائیں تو انہیں احساس ہوگا کہ ہر آیت پاک قرآن وسنت پر عمل کا جھوٹا

دعویٰ کرنے والے اہلسنت کے مخالفوں کے خودساختہ اعتقاد پر کس طرح برق بن بن کر ٹوٹ رہی ہے۔جنہیں یہی ضد ہے کہ کچھ عطا کرنے اور نوازنے کی صفت اللہ پاک نے اپنے فضل سے کسی نبی اور رسول کو نہیں دی۔وہ اپنی خیر منائیں۔اپنے باطل عقیدے سے باز آئیں۔آخرت کی فکر کریں۔آنکھیں کھولیں۔تعصب کی عینکوں کو اتار پھینکیں۔محبوبان خدا کے بغض وکینے سے اپنے سینے پاک کر کے دیکھیں مذکورہ تینوں آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس شان سے اپنے پیارے نبی ﷺ کو بھی دولت عطا کرنے اور نعمت بخشنے کے وصف سے مزین فرمایا ہے۔یہ جگہ ہے کہ ''غیظ میں کٹ جائیں گے بیمار کے دل'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۴)...... لقد من الله علیٰ المومنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم آیته و یزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین (پارہ:۴،آل عمران:۳/۱۶۳)

ترجمہ: بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا ایمان والوں پر جب کہ بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اللہ کی اور پاک کرتا ہے انہیں گناہوں سے اور علم دیتا ہے انہیں قرآن وحکمت کا اگرچہ تھے اس سے پہلے بے شک کھلی گمراہی میں۔''

شرک کے بخار میں گرفتار ذہن آزادانہ طور پر کچھ سوچیں تو سہی کہ ان کی بولی قرآن سے کہاں سے مطابقت کرتی ہے؟ ان کا اعتقاد قرآن سے کہاں موافقت کرتا ہے؟ گناہوں سے پاک کرنا صفت ربانی ہے۔کسی کو علم عطا کرنا بھی رب عزوجل کی قدرت ہے۔مگر اس نے اپنے فضل سے نبی کریم ﷺ کو بھی یہ اختیار عطا فرمادیا کہ وہ قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں،علم عطا فرماتے ہیں۔اتنے پر ہی رب کی نوازشیں نہیں تھم رہی ہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے کیسے کیسے اختیارات کا اعلان قرآن کے ذریعے ہو رہا ہے۔اس پر بھی نظر توجہ ہو،تاکہ غلب عقیدہ کی بنیاد پر دنیا وآخرت برباد نہ ہونے پائے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی قرآن فرماتا ہے:

(۵)...... انی اخلق لکم من الطین کهیئة الطیر فانفخ فیه فیکون الطیر ا باذن الله وابراء الاکمه والبرص واحی الموتیٰ باذن الله وانبئکم بما تاکلون و ماتدخرون فی بیوتکم (الی قوله)والاحل لکم بعض الذی حرم علیکم (پارہ:۳ آل عمران:۳/ ۴۸،۴۹)

ترجمہ: میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت پھونکتا ہوں ان میں تو وہ ہوجاتا ہے پرند اللہ کی پروانگی سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور بدن بگڑے کو اور زندہ کرتا ہوں مردے اللہ کی پروانگی سے اور میں تمہیں خبر دیتا جو تم کھاتے اور جو گھروں میں بھر رکھتے ہو تاکہ میں حلال کردوں تمہارے لئے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔

سبحان اللہ،حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو جو کچھ فرما رہے ہیں کہ میں خلق کرتا ہوں شفا دیتا ہوں مردے جلاتا ہوں بعض حراموں کو حلال کیے دیتا ہوں۔جو تم کھاتے اور گھروں میں بھر رکھتے ہو اس کی خبر دیتا ہوں اس کی نسبت شرک کے غم میں ڈوب ڈوب جانے والوں کو کیا حکم ہوگا؟ اے مسلمانو! پڑھو بار بار قرآن کے اس فرمان کو پڑھو۔جن کے ایمان کو بدعقیدگی کے دیمک نے چاٹ چاٹ کر خراب کر کے نہ رکھ دیا ہوگا۔تو وہ اہلسنت کے اعتقاد پر دل وجان سے ایمان لے آئیں گے۔

قرآن کے اس فرمان پر جان و دل نچھاور کریں دیں گے۔ دیکھو دیکھو قرآن کتنے صاف طور پر اہل اسلام کے اس عقیدے پر اپنی مہر مقدس ثبت فرما رہا ہے کہ بلاشبہ رب قدیر نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو وہ اختیارات اور خوبیاں فرمائی ہیں جس کا اظہار خود رب جل جلالہ نے قرآن میں اپنے لئے فرمایا ہے۔ اب بتایا جائے کہ اہل سنت کے اس اعتقاد کو تسلیم کئے بغیر قرآن پر کیسے ایمان لایا جا سکتا ہے؟ کوئی گھر میں کیا کھا رہا ہے۔ گھر میں کیا بھر کر رکھ رہا ہے غیب کا یہ علم اللہ نے اپنے فضل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا یا نہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مٹی سے پرند بنانے۔ مادرزاد اندھے کو اچھا کرنے۔ مردوں کو زندہ کرنے۔ بدن بگڑے کو شفاء دینے کی قدرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بخشی یا نہیں؟ قرآن فرماتا ہے؟

(۷)...... انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون (پارہ۶ سورۂ مائدہ:۵/۵۴)

ترجمہ: اے مسلمانو تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول وہ ایمان والے نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور رکوع کرنے والے ہیں“

یہاں اللہ اور رسول اور صالحین یعنی اولیاء اللہ میں مدد کو منحصر فرما دیا گیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں (صالحین اور اولیاء اللہ) کے سوا دوسرے لوگ قادر نہیں ورنہ عام مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کو ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذ اللہ کیسا کھلا شرک ہوا کہ قرآن نے خدا کی خاص صفت امداد کو رسول وصلحا کیلئے ثابت کیا جسے قرآن ہی جا بجا فرما چکا تھا (اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں مالھم من دونہ من ولی (پارہ۱۵: کہف ۱۸، ۲۶) کہ یہ اللہ کے سوا دوسرے کی صفت نہیں مگر بحمد اللہ اہلسنت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے اور ذاتی وعطائی کا فرق سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بالذات مددگار ہے۔ یہ صفت دوسرے کی نہیں اور رسول والیاء اللہ، اللہ کے قدرت دینے سے مددگار ہیں۔

اب اتنا اور سمجھ لیجئے کہ مدد کا ہے کیلئے ہوتی ہے، دفع بلا کے واسطے تو جب رسول اللہ ﷺ اور اللہ کے مقبول بندے بنص قرآن (قرآن کی صراحت سے) مددگار ہیں تو قطعاً دافع البلا بھی ہیں اور فرق وہی ہے کہ اللہ سبحانہ باالذات دافع البلا ہے اور انبیاء اولیا علیھم الصلوٰۃ والثناء بعطائے خدا والحمدللہ العلی الاعلیٰ الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء (مصنف امام احمد رضا صفحہ۱۱ مطبوعہ رضا اکیڈمی مالیگاؤں)

قرآن کی اس آیت نے واضح کر دیا کہ جو کوئی بھی اسلام کو دعویدار ہوگا اسے ایمان لانا ہوگا کہ رب کی عطا سے اولیاء اللہ بھی مددگار ہیں۔ اب بتایا جائے کہ جو مددگار ہوگا تو وہ غریب نواز ہوگا کہ نہیں؟ ضرور ضرور جو مددگار ہوگا وہ مشکل کشا بھی ہوگا، دستگیر بھی ہوگا اسے غوث بھی مانا جائے ...... ہاں ہاں مددگار بھی داتا بھی ہوگا...... کبھی گنج بخش بھی ہوگا۔ اہل اسلام اگر اللہ کے محبوبوں کو ان صفاتی ناموں سے یاد کرتے رہے ہیں اور عرب و عجم کے علمائے دین محدثین، مجددین اور فقہائے کاملین نے گذری ہوئی کئی صدیوں سے حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضور خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے معزز ومقرب ومحبوب اولیاء اللہ کیلئے ان صفاتی ناموں کو مقبول ومحبوب رکھا تو اس کا سبب یہی ہے کہ یہ اعتقاد

قرآن وسنت سے نسبت رکھتا ہے۔جس پرنظر انصاف کے بعد کوئی بھی کلمہ گو انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔

امت کو انبیاء والیاء کے دامن کرم سے دور کرنے کی سازش کے تحت کیا ہمارے لئے اللہ کافی نہیں کا شور مچانے والوں کو تو قرآن نے خود ہی جواب دے دیا۔ابھی آیت پاک گزری جس میں فرمایا گیا کہ کیا خوب تھا اگر وہ اللہ ورسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور پھر کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب ایک آیت پاک اوردل میں نقش کرتے چلیں۔قرآن فرماتا ہے:

(۸)...... یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین (پارہ:۱۰ سورۃ انفال ۸/۲۳)

ترجمہ: اے نبی کافی ہے تجھے اللہ اور جو مسلمان تیرے پیرو ہوئے"

مسلمانو!غور تو کرو۔رب پاک خود اپنے ساتھ اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کرنے والے مسلمانوں کو بھی اپنے نبی ﷺ کی کفایت کرنے والا بتا رہا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نام کے ساتھ صحابہ کرام کو ملا کر فرماتا ہے۔"اے نبی اب جبکہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تھے اللہ اور یہ چالیس مسلمان کفایت کرتے ہیں۔کونسا ایسا مسلمان روئے زمین پر ہوگا جسے اقرار نہیں کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔لیکن یہی بات اگر محبوبان خدا سے امت کے دلوں کو پھیرنے کے ناپاک جذبے سے کہی جائے تو وہ کبھی راہ ہدایت نہیں ہوسکتی۔اس گمراہ کن انداز فکر کی تردید قرآن کے ذریعہ کھلے طور پر ہو رہی ہے۔قرآن فرماتا ہے:

(۹)...... ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفر اللہ واستغفر لھم الرسول لو جدوا اللہ توابا رحیما

(سورۃ النساء:۶۳)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو بے شک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں"

کیا اللہ تعالیٰ خود توبہ قبول نہیں فرما سکتا تھا جو حکم دے رہا ہے کہ میرے گناہ گار بندوں سے جب کوئی خطا یا گناہ سرزد ہوجائے وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی مانگیں اور جب رسول ان کی سفارش فرمائیں تو پھر اس میں شک نہیں کہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔بے شک اللہ تبارک تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے لیکن اپنے محبوب ﷺ کی عظمت شان کیلئے یہ حکم نازل کیا جارہا ہے۔انداز بندگی سکھائی جارہی ہے۔کہ محبوب خدا سے منہ موڑ کر ہرگز ہرگز حق توحید ادا نہیں ہوسکتا۔

اہلسنت وجماعت کے سوا توحید کے نام پر جتنے بھی مکاتب فکر ہیں ہر کسی کے عقائد کو کھنگال ڈالئے چاہے وہ نماز والے ہوں کہ جہاد والے ہوں۔حدیث والے ہوں کہ غیروں میں اسلام کی تبلیغ کا دعویٰ کرنے والے ہوں کوئی بھی در رسول پر رکنے کو تیار نہیں۔قرآن فرماتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر گناہوں کی معافی مانگو یہ کہتے ہیں ہمیں اللہ کافی ہے۔قرآن کہتا ہے جب رسول تمہاری سفارش فرما دیں گے تو یہ تمہارے حق میں پروانہ نجات ہوگا۔یہ کہتے ہیں اس کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہمیں تو بس اللہ ہی کافی ہے۔

......☆☆☆......

توبہ

﴿مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری﴾

☆☆☆====================================☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَتُوبو الی اللہ جمیعا ایہ المومنون لعلکم تفلیحون

اور رجوع کرو اللہ کی طرف سب کے سب اے ایمان والو تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔(پ ۱۸، النور، ۳۱)

توبہ کے معنی ہیں رجو کرنا لوٹنا اللہ تعالی چاہتا ہے کہ اس کے بندے ہر حال میں اس کی طرف رجوع کریں جب ضرورت ہو تو اللہ ہی کی طرف رجوع کریں جب مصیبت ہو تو اللہ ہی کی طرف رجوع کریں، جب خوشی ہو تو اللہ کی طرف رجوع کریں جب غم ہو تو اللہ ہی کی طرف رجوع کریں اسی نے پیدا کیا ہے اسی کی طرف رجوع کرو دنیا کا طریقہ بھی یہی ہے انسان کی فطرت ایسی ہی ہے چھوٹا بڑے کی طرف غریب امیر کی طرف اولاد والدین کی طرف کمزور طاقتور کی طرف رجوع کرتا ہے۔ سب سے بڑا سب سے طاقتور اللہ تعالی ہے لہذا حکم دیا گیا کہ اگر اللہ کو مانتے ہو اس پر ایمان رکھتے ہو تو پھر اللہ تعالی ہی کی طرف رجوع کرو۔

شریعت کی اصطلاح میں عام مسلمانوں کیلئے توبہ گذشتہ گناہوں پر نادم ہونا آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لینا ہے نبی کے علاوہ ہر انسان سے گناہ ہوسکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ کسی کو گناہ سے بچالے جو اس کے قریب ہو جاتے ہیں محبوب اور پیارے بن جاتے ہیں ان پر وہ کرم فرماتا ہے انہیں گناہوں سے بچالیتا ہے یہ تو شیطان بھی تسلیم کر چکا ہے۔ مردود ہونے کے بعد اس نے جب خدا سے حشر تک زندہ رہنے کی مہلت مانگی اور اسے مہلت مل گئی تو کہنے لگا۔

''تیری عزت کی قسم میں ان سب کو ضرور گمراہ کردوں گا سوا تیرے ان بندوں کے جن کو تو نے ان میں سے چن لیا ہے''

(پ ۲۳، ص ۸۲،۸۳)

شیطان جانتا ہے مانتا ہے کہ جو اللہ تعالی کے ہوگئے ان پر میرا مکر نہیں چلے گا وہ گناہ کر ہی نہیں سکتے وہ جو اللہ تعالی کے ولی بن گئے گناہوں سے محفوظ ہو گئے اب جو اس حقیقت کو تسلیم نہ کرے تو یہی سمجھا جائے گا کہ ایسے شخص کا حال شیطان سے بھی بدتر ہے اللہ محفوظ رکھے پس یاد رکھو کہ نبی سے تو گناہ کا امکان ہی نہیں ہر نبی معصوم ہوتا ہے اور اللہ تعالی کے نیک بندے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں ان کیلئے گناہوں کی بدگمانی کرنا سخت گمراہی ہے۔

لیکن توبہ کا حکم سب ہی کو ہے اور سب نے توبہ کی، ولیوں نے بھی، نبیوں نے بھی، ہم تو گناہ گار ہونے کے باوجود بھی توبہ سے غافل رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کسی لمحہ بھی غافل نہیں ہوتے، وہ ساری رات توبہ کرتے رہتے ہیں اس لیے نہیں کہ وہ ہماری تمہاری طرح گناہ گار ہیں بلکہ اس لیے کہ توبہ خدا کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرینo (پارہ: ۲ البقرہ: ۲۲۲)

''بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کواور دوست رکھتا ہے صاف ستھرا رہنے والوں کو۔

پس اللہ تعالیٰ کے دوست اولیاء کرام بہت توبہ کرتے ہیں۔ بہت صاف ستھرا رہتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کواور زیادہ پسند کرے۔ان کے مرتبے اور زیادہ بلند ہوں۔توبہ تو اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند ہے کہ اس نے شفیع المذنبین گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے نبی مکرم علیہ السلام کو بھی توبہ کا حکم دیا اور وہ نبی جو بلاشبہ گناہگاروں کا سہارا ہیں جن کی سفارش کے بغیر ہم گنہگاروں کی توبہ نہیں ہوتی۔

ولو انھم اذظلمو انفسھم جاؤک فاسغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما (پ۵،النساء،۶۴)

''اور اگر وہ لوگ جوظلم کر بیٹھے اپنی جانوں پر حاضر ہوں آپ کے پاس اور مغفرت چاہیں اللہ تعالیٰ سے اور آپ ان کیلئے مغفرت کی سفارش کردیں تو اللہ تعالیٰ کو ضرور بہت توبہ قبول کرنیوالا نہایت رحم کرنے والا پائیں گے''

خود میرے آقا صلی اللہ وعلیہ وسلم فرماتے ہیں:

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال شفاعی لاھل الکبائر من امتی(رواہ الترمذی وابوداؤد)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔میری شفاعت کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے میرے ساتھ مخصوص ہوگی''

پس ہماری توبہ انہی کے وسیلے سے قبول ہوتی ہے۔اور روز حشر انہی کی شفاعت ذریعہ نجات ہوگی۔لیکن ان کو بھی بار بار توبہ کرنے کا حکم دیا گیا اور انہوں نے اس حکم خدا کی تعمیل کی آپ فرماتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا ستغفر اللہ واتوبالیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ(رواہ البخاری)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔قسم ہے خدا کی میں استغفار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اور توبہ کرتا ہوں خدا کی طرف دن میں ستر بار سے زیادہ'' (بخاری)

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو توبہ کا حکم اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنا تو پسند ہے ہی لیکن پیارے محبوب کی زبان مبارک سے استغفار کے الفاظ ادا ہوں تو کچھ اور ہی بات ہے اور اس لئے کہ سرکار کے سجدے ہمارے سجدوں کی قبولیت کا ذریعہ

قال فبعزتک لاغوینھم اجمعینo الا عبادک منھم المخلصینo

دعاؤں کے طفیل ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں اسی طرح ان کا توبہ واستغفار درحقیقت ہماری توبہ کے قبول ہونے کا ذریعہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ خیر خلقہ سید نا محمد و علیٰ الہ واصحابہ اجمعین

بہر حال مجھ جیسے گناہ گاروں کیلئے خدا کا یہ بڑا کرم ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور پسند فرماتا ہے ہمارے بھلے کیلئے پسند فرماتا ہے کہ ہم توبہ کرتے رہیں اور کیسی توبہ وہ فرماتا ہے۔

یاایھا الذین امنو توبو الی اللہ توبۃ نصوحا عسی ربکم ان یکفر عنکم سیاتکم وید خلکم جنت تجری من تحتھا الا نھر

''اے ایمان والو! اللہ کی جناب میں سچے دل سے توبہ کرو امید ہے تمہارا رب تم سے برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں داخل کرے گا ایسے باغات میں جن میں نہریں بہہ رہی ہوں گی'' (پ۲۸، التحریم،۸)

توبہ نصوح کرو یہ توبہ نصوح کیا ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ نے حضور علیہ السلام سے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔

''بندہ جو گناہ کرلے اس پر نادم وشرمندہ ہو اور اللہ تعالی سے معافی کا طلب گار ہو پھر، کبھی گناہ نہ کرے جیسے دودھ کھیر میں دوبارہ داخل نہیں ہوسکتا اسی طرح بندے سے دوبارہ گناہ نہ ہونے پائے''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سنا کہ کہہ رہا ہے۔

اللھم انی اسغفرک واتوب الیک

''اے اللہ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیرے دربار میں توبہ کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔

''اے شخص یہ جھوٹوں کی توبہ ہے''

اس شخص نے عرض کیا۔

''تو آپ بتایئے سچوں کی توبہ کیا ہے''

آپ نے فرمایا۔

سچوں کی توبہ اس طرح ہوتی ہے ''جو گناہ پہلے ہو چکے ان پر ندامت جو فرض ادا نہیں ہوئے ان کی قضا **کسی کا حق مارا ہوا اسے ادا کرنا:** کسی سے لڑائی جھگڑا ہوا ہو تو اسکی معافی مانگنا گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ جس طرح نفس کو برائیوں سے موٹا کیا تھا اسی طرح اب خدا کی اطاعت سے نفس کو کمزور کرنا''

یہ ہی کہ سچوں کی توبہ یہ ہے توبہ نصوح اور جو بندہ ایسی توبہ کر لیتا ہے اسکو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم خوشخبری سناتے ہیں۔

عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التائب منالذنب کمن لاذنب لہ (رواہ ابن لاجہ)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا پاک صاف ہوجاتا ہے۔ جیسے اس نے کبھی گناہ تبدیل نہیں کیا۔ فرمادے گا توبہ کرنے والوں کو قرآن کریم خوشخبری سناتا ہے۔

الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیأتھم حسنت وکان اللہ غفوراً رحیماً

''مگر وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کئے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالی نیکیوں سے بدل دے اور اللہ تعالی بہت ہی بخشنے والا بڑا ہی مہربان ہے۔

ومن تاب وعمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متاباًo (پ۱۹، الفرقان،۷۰،۷۱)

اور جس نے توبہ کی اور نیک کام کئے اور اس نے رجوع کیا اللہ تعالیٰ کی طرف جیسے رجوع کا حق ہے"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم علیہ السلام کی ایک حدیث بیان کی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو ان کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے اور بڑے گناہ چھپا لئے جائیں گے پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو نے یہ گناہ کئے تو وہ اقرار کرلے گا اور اپنے بڑے گناہوں کا خیال کر کے کانپ رہا ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے ہر گناہ کے بدلے نیکی کا ثواب دے دو خدا کا یہ کریمانہ انداز دیکھ کر یہ سوچے گا کہ میں نے تو بڑے گناہ بھی کئے تھے لیکن وہ مجھے نظر ہی نہیں آرہے اگر آج وہ بھی سامنے ہوتے تو رب کریم انہیں بھی معاف فرمادیتا"

حضرت ابوذر کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ نبی کریم علیہ اسلام اتنا فرمانے کے بعد ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپ کے مبارک دانت نظر آرہے تھے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہنسنا اس طرف اشارہ تھا کہ دیکھو رب اپنے بندوں پر کس طرح مہربان ہوتا ہے اگر تم سے گناہ ہو ہی گیا تو رب رحیم سے ناامید نہ ہو۔ توبہ کرلو اسی کی طرف رجوع کرلو گناہوں کو معاف بھی فرمادے گا اور چھوٹے بڑے سب گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے اس کا وعدہ ہے۔

وهو الذی یقبل التوبته عن عباده ویعفو اعن التیات ویعلم ما تفلعلون (پ۲۵،الشوریٰ،۲۵)

"اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

"اگر مسلمان کوئی گناہ کرلے پھر وضو کر کے اپنے گناہوں سے خدا کے سامنے توبہ کرے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ پر اس کا یہ حق ہو جاتا ہے کہ وہ اس کو بخش دے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے"

ومن یعمل سوءً اویظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفور رحیما (پ۵،النساء،۱۱۰)

"اور جو کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے آپ پر ظلم کرلے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا ہی بخشنے والا بہت ہی رحم فرمانے والا پائے گا"

پس اگر تم چاہتے ہو کہ تماری آخرت سدھر جائے عذاب الہٰی سے نجات مل جائے تو سچے دل سے توبہ کرلو اور اگر چاہتے ہو کہ دنیا بن جائے تمہاری زمین سونا اگلنے لگے تمہارے مال اولاد ہر چیز میں برکت ہو تم طاقت وعزت پاؤ، تو بھی اللہ ہی کی طرف رجوع توبہ کرو دیکھو قرآن کیا کہتا ہے فرمایا گیا۔

وان استغفروربکم ثم توبو الیه یمتعکم متا عا حسنا الی اجلٍ مسمی (پ۱۲۔ھود،۳)

"اور یہ کہ مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر اسی کی طرف رجوع کرو وہ تمہیں بھرپور زندگی کی راحتیں عطا فرمائے گا مقررہ وقت تک (مرنے تک)"

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

ویقوم استغفروا ربکم ثم توبو الیه یرسل السماء علیکم مدرارا و یذدکم قوة الیٰ قوتکم ولا تتولو

مجرمین (پ۱۲، ہود، ۵۲)

''اے میری قوم اپنے رب سے مغفرت طلب کرتے رہو پھر اسی کی طرف رجوع کرو وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہیں قوت میں تمہاری پہلی قوت سے زیادہ کردے گا اور منہ نہ موڑو جرم کرتے ہوئے۔''

حضرت نوح علیہ اسلام کا قول نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فقلت استغفروا ربکم انه کان غفارا o یرسل السماء علیکم مدرارا o و یمددکم باموال وبنین و یجعل کم جنت و یجعل لکم انهرا o (پ۲۹، نوح، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳)

''پس میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگ لو بیشک وہ بہت بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری مدد فرمائے گا مال واولاد سے اور تمہارے باغات بنادے گا اور تمہارے لئے نہریں بنادے گا''

غور کیا آپ نے ان آیات پر توبہ کرنے والوں کو دنیا کی ہر چیز نصیب ہو جاتی ہے۔ جب قوم بدعمل بدکردار اور گناہوں میں مبتلا ہوتی ہے تو ہر طرح کی مصیبتیں نازل ہوتی ہیں آج ہم اپنی حالت پر غور کریں جتنا کماتے ہیں اتنے ہی محتاج رہتے ہیں جتنی عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں اتنے ہی خوار ہوتے ہیں۔ جتنا سکون وآرام تلاش کرتے ہیں اتنے ہی بے چین ہوتے ہیں ہم اپنی اس حالت سے تنگ ضرور ہیں لیکن اس علاج کو اختیار کرنے کیلئے تیار نہیں جو خالق حقیقی بتاتا ہے بلکہ اسلام پر شک کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر شک کرنے لگتے ہیں۔ مبلغ خدا کا پیغام سناتا ہے تو اس کو بے وقوف سمجھنے لگتے ہیں لیکن اپنے کردار کا جائزہ لینے کے لئے بالکل تیار نہیں کبھی تم نے سوچا کہ:

☆...... ہم دن میں کتنا جھوٹ بولتے ہیں۔

☆...... کتنوں کو دھوکا دیتے ہیں

☆...... ہماری زبان سے کتنوں کو دکھ پہنچتا ہے۔

☆...... ہم کس بات پر تکبر وغرور کرتے ہیں غریبوں کو حقیر جانتے ہیں۔

☆...... مزدوروں اور ملازموں کو پوری پوری اجرت وقت پر دیتے ہیں یا نہیں

☆...... کیا ہم اپنے کرایہ داروں سے صرف کرایہ ہی وصول کرتے ہیں یا ان کے آرام کا بھی خیال رکھتے ہیں

☆...... ہم سود پر قرضہ دے کر لوگوں کا خون تو نہیں پی رہے ہیں

☆...... ہم یتیموں کی جائیداد، مکان، مال، دولت پر قبضہ تو نہیں کئے ہوئے۔

☆...... ہم اپنے رشتہ داروں کا حق ادا کرتے ہیں یا نہیں

☆...... کسی کی امانت تو ہم نے غصب نہیں کرلی۔

☆...... ہم اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کے حق کا کتنا خیال رکھتے ہیں

☆...... اگر ہم نیک ہیں تو اپنی اولاد کو نیک بنانے دین سکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

☆...... ہماری عورتیں اور بچیاں یہودیوں، عیسائیوں جیسا لباس تو نہیں پہنتیں۔

غرض کہ واویلا کرنے کی بجائے اپنا محاسبہ کرو اپنی حالت پر غور کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ صرف شکوہ ہی کرتے رہیں اور خدا کا عذاب آجائے۔ دیکھو خدا اپنے عذاب کے نمونے دکھا بھی رہا ہے۔ یہ ایران وعراق کی سرحدوں پر مسلمان، مسلمان ہی کو قتل کر رہے ہیں خدا کا قانوں یہی ہے کہ جب قوم نہایت بدکردار ہوجاتی ہے تو وہ بھائی کو بھائی سے قتل کراتا ہے۔ غور کرو افغانستان میں مسلمانوں کا کیسا قتل عام ہورہا ہے انڈیا میں مسلمانوں کے خون کی چالیس سال سے ندیاں بہہ رہی ہیں پاکستان میں سیاست کے نام پر کتنی جانیں ضائع ہوتی رہتی ہیں مسلمان کو دنیا کے کسی گوشہ میں سکون نصیب نہیں۔ آخر کیوں کیا ہم پر ظلم ہورہا ہے ہم مظلوم ہیں نہیں ایسا نہیں بلکہ ہمیں ظلم کرنے بدکاری کرنے کی سزامل رہی ہے، اور اب بھی اللہ تعالیٰ موقع دے رہا ہے کہ ہم اس کی طرف رجوع کرلیں توبہ کرلیں ورنہ ایسی ہی بدعملیوں کے سبب پچھلی قوموں پر عذاب آتا رہا پس اپنے کردار کی اصلاح کرلو اور توبہ کرو۔

ان تکو نو اصلحین فانه للا وابین غفوراo (پ۱۵، بنی اسرائیل،۲۵)

اگر تم نیک کردار ہوگے تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کیلئے بہت ہی بخشنے والا ہے"

اور دیکھو توبہ میں جلدی کرو یہ مت سوچو ابھی تو جوان ہیں بوڑھے ہوجائیں گے تب کسی کے مرید ہوں گے، حج کریں گے، نمازیں پڑھیں گے، یہ سب کام بڑھاپے کے ہیں بڑی غلط سوچ ہے دنیا کی ترقی اور اس کے مزوں سے نہ اسلام روکتا ہے اور نہ توبہ روکتی ہے بلکہ سچا مسلمان گناہوں سے توبہ کرنے والا مسلمان زیادہ ترقی کرتا ہے دنیا کا زیادہ مزہ پاتا ہے اور بڑھاپے کا انتظار تو بڑی حماقت ہے تم کیسے یقین کرسکتے ہو کہ موت بوڑھے ہونے کے بعد آئے گی کیا تم صبح شام بوڑھے جوان بچوں سب کو مرتے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے۔ یہ سب شیطانی خیالات ہیں ان سے بچو اور توبہ میں جلدی کرو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

انـمـا التـو بتـه عـلـى الله للذين يعملون السوء بجهالة ثم يتوبون من قريب فاو ليئک يتوب الله عليهم وكان الله علیماً حکیماً (پ۴، النساء، ۱۷)

"توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرلیا ہے انہی لوگوں کی طرح جو بے سمجھی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر جلدی سے توبہ کرلیتے ہیں پس ایسے ہی لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے"

حضور نبی کریم علیہ السلام ہمیں بتاتے ہیں۔

عـن ابی هریره رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان المومن اذا اذنب كانت نكته سـو دآء فی قلبه فان تاب و استغفر حقل قلبه وان زاد زاوت حتى تعلو قلبه فذالكم الران الذى ذكر الله تعالىٰ كلا بل ران علىٰ قلو بهم ما كونوا يكسبون (ترمذی۔ابن ماجہ)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہوجاتا ہے پھر جب وہ توبہ اور استغفار کرتا ہے تو اس کے دل کو صاف کردیا جاتا ہے۔ اور جب وہ زیادہ گناہ کرتا ہے تو نقطہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ سارے دل پر چھا جاتا ہے۔ پس یہ ہے وہ رنگ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

كلا بل ران على قلوبهم. ما كانو يكسبون

عن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طوبی لن وجد فی صحیفتہ استغفاراً کثیرا (روا ابن ماجۃ)

''حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جس کے نامہ اعمال میں کثرت سے استغفار پائی جاتی ہے۔(ابن ماجہ،نسائی)

پس مسلمان کو ہر حال اور ہر وقت توبہ کرتے رہنا چاہے اور وہ شخص نہایت ہی بدنصیب ہے۔ جو مسلسل گناہ کرتا رہتا ہے اور توبہ کیلئے بڑھاپے کا انتظار کر رہا ہے یا وہ لوگ ہیں جنہیں گناہ کرتے شرم نہیں آتی شراب پینے ،کلبوں میں گانے ناچنے کو وہ تہذیب سمجھتے ہیں لیکن مسجد آنے سجدہ کرنے رب کے سامنے رونے سے شرماتے ہیں بڑے یہ ظالم ہیں میں نہیں کہتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومن لم یتب فا ؤلئک ھم الظلمون

''اور جس نے توبہ نہ کی وہی لوگ ظالم ہیں''(پ ۲۶،الحجرات،۱۱)

اور سنیں وہ لوگ جو یورپ وامریکہ کی بےشرم بے حیا اور غیر مہذب قوم کے طرز زندگی کو اپنا کر خدا سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔نہ وہ خود کبھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں نہ ان کی بیوی بچے کبھی اللہ تعالیٰ کا نام لینا جانتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو غیروں کی نقل میں اس بری طرح مبتلا ہو گئے کہ انہیں کلمہ تک پڑھنا دشوار ہوتا ہے۔

میری عادت ہے کہ میں (راقم الحروف) نکاح کے وقت دولہا سے برکت کیلئے کلمہ پڑھواتا ہوں میں نے ہنس کی چال چلنے والے کئی ایسے نوجوانوں کا نکاح پڑھایا جس نے بہت مشکل اور تکلیف کے ساتھ ایک چھوٹے بچے کی طرح کلمہ پڑھوانا پڑا۔

کس قدر ظالم ہیں ایسے لوگ جو اپنے بچوں کو کلمہ تک نہیں سکھا پاتے انہیں خود ہی نہیں آتا بچوں کو کیا سکھائیں ایسے ہی لوگوں سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فان یتوبوا یک خیرالھم وان یتولو یعذ بھم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والا خرۃ وما لھم فی الارض من ولی و لا نصیر (پ۱۰،التوبۃ،۷۴)

اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کیلئے بہتر ہوگا۔اور اگر وہ نہ مانیں گے تو انہیں اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا،دنیا اور آخرت میں اور زمین پر ان کا کوئی دوست کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

غور کیا آپ نے دنیا کے مزوں میں مست ہو کر اگر خدا کو بھلائے رہے تو صرف آخرت ہی میں عذاب نہ ہوگا بلکہ دنیا میں بھی ہوگا اور یہ نہ سمجھنا کہ جب عذاب ہوگا تو کسی کی بھی پناہ میں آجائیں گے نہیں جب مصیبت آتی ہے تو سب منہ موڑ لیتے ہیں کوئی ساتھی کوئی مددگار نہیں رہتا۔

شاید ہمارا یہی حال ہو رہا ہے کہ ذلت وخواری کی صورت میں ہم خدا کے عذاب میں مبتلا ہیں اور جس کا بھی سہارا لینا چاہتے ہیں وہ دور بھاگتا ہے۔آج مسلمان کا کوئی مددگار نہ رہا کوئی ساتھی نہ رہا پس ہمیں چاہئے۔

کہ اور زیادہ حالت خراب ہونے سے پہلے رب کے دربار میں حاضر ہو جائیں اسی کی طرف رجوع کریں اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں یہی ہمارے لئے بہتر ہوگا دنیا کی عزت بھی ملے گی،اور آخرت میں نجات بھی اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے

......☆☆☆......

تازیانہ عبرت کس کے لیے؟ فیصلہ کیجئے

﴿﴿ازقلم:ابوأسامہ ظفر القادری بکھروی﴾﴾

(قسط نمبر:4)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ سوئے حجاز جون ۲۰۱۰ء میں مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نے ''انا مدینة العلم وعلی بابها'' کے بارے میں پائے جانے والے احتمالات بتانا شروع کیے۔ موصوف کو جب یہ معلوم ہے کہ احتمال کی موجودگی میں نص صریح نہیں ہوتی تو جب نص صریح نہیں تو دوسروں پر ٹھونسنے کا مقصد؟ اور ساتھ ہی رافضیوں والے عقائد ونظریات کا در پردہ پرچار بھی۔ لکھتے ہیں!

''بعض مفسرین اور صلحاء نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ ظہور آدم سے اُمم سابقہ میں بھی ولایت کا فیضان جناب مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی روح مبارک کے ساتھ مقرر رہا اور آپکے جسم عنصری میں آنے سے پہلے بھی امم سابقہ میں اولیاء آپکی روح پاک کی توسط سے درجہ ولایت کو پاتے تھے''۔ (صفحہ ۲۹ سوئے حجاز جون ۲۰۱۰)

اب ملاحظہ فرمائیے رافضی عقیدہ اور دیکھئے کہ دونوں میں کتنی مماثلت پائی جاتی ہے:

''ان اللـه لـم يبعث نبيًا من ادم الى ان صار جدك محمداً صلى الله عليه واله وسلم الا وقد عرض عليه ولا يتكم اهل البيت فمن قبلها من الانبيآء سلم وتخلص ومن توقف عنها و تتمتع فى حملها لقى ادم عليه السلام من المعصية وما لقى نوح من الغرق وما لقى ابراهيم عليه السلام وما لقى يوسف عليه السلام من الجبّ وما لقى ايوب عليه السلام من البلآء وما لقى داؤد عليه السلام من الخطيئة الى ان بعث الله يونس عليه السلام فاوحى الله اليه ان يا يونس تول امير المومنين عليًا والأئمة الراشدين من صلبه فقال كيف اتوالّى من لم اراهٔ ولم اعرفه وذهب مفا ضباً فاوحى الله تعالىٰ الىٰ الحون ان التقمى يونس''۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لیکر حضورﷺ تک جتنے انبیاء کرام بھیجے ان میں سے ہر ایک پر اے اہل بیت تمہاری ولایت پیش کی گئی پھر جس نے اسے مانا وہ سلامت رہا اور نجات پا گیا اور جس پیغمبر نے اس میں توقف کیا اور پس وپیش کیا تو اسے جو سزا ملی وہ ملی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے معصیت کا قصور ہوا، حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان سے واسطہ، ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود کا سامنا، یوسف علیہ السلام کو اندھے کنوؤں میں پھینکا جانا، ایوب علیہ السلام کو بیماری لگنا، داؤد علیہ السلام کو خطاب کا سامنا کرنا پڑا، یہ سب کچھ اسی توقف کی وجہ سے ہوا۔ پھر یونس علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے انکی طرف وحی بھیجی اے یونس! امیر المومنین علی اور انکی اولاد کی ولایت کو تسلیم کرلو عرض کی یا مولیٰ! جس کو دیکھا نہیں جس کو جانتا نہیں اسکی ولایت کیسے تسلیم کرلوں؟ یہ کہہ کر ناراض ہو چل پڑے تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونس کو نگل جا۔ (انوار نعمانیہ ج۱ص۲۵ مطبوعہ تبریز)

اسی طرح طالب حسین کرپالوی لکھتا ہے!

''حدیث کے اس جملے سے واضح ہو گیا کہ خدا نے امامت علی (رضی اللہ عنہ) کا اعلان خلقت ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام سے تقریباً چودہ ہزار سال پہلے کر دیا تھا اور یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ یاد رکھو کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو چھوڑ کر کسی اور کے در پر اپنی جبین نیاز کو خم نہ کرنا۔ پس محمد (ﷺ) کے سوا جو چاہے اس کا امام علی ہے۔ لہذا لوگوں کو چاہیے وہ علم میں حلم میں فصاحت میں بلاغت میں شجاعت میں عدالت میں بلکہ ہر صفات حسنہ میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے رہنمائی حاصل کریں اور اس میں کوئی عار بھی نہیں کیونکہ خدا خود اپنی لاریب کتاب میں ان کے در پر آنے اور اپنے مسائل حل کرانے کا حکم فرمایا ہے۔ لہذا آپکو چاہیے کہ آپ ہر معاملے میں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی در کی حاضری حاصل کریں اور جب آپ اس در پر آئیں گے تو وہاں آپکو انبیاء جھولیاں پھیلائے ملیں گے جنوں کی صدائیں ملیں گی ملائکہ کی آوازیں سنائی دیں گی کوئی مانگ رہا ہے اور مراد پوری ہونے پر شکر یہ ادا کر رہا ہے۔ غرض یہ کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے در کے بھکاری تو الوالعزم پیغمبر (علیہ السلام) ہیں۔ آپ کیوں شرمار ہے ہیں آپکے قدموں میں زنجیریں کیوں پڑ گئی ہیں؟ آپ ان کو توڑ کر آگے بڑھیے شہر علم کا در اور حکمت کا گھر آپکے لیے کھلا ہے آپ جھولی پھیلائیں اور بھر بھر کر لائیں پھر جائیں اور بھر کر لائیں۔ یقیناً آپ تھک جائیں گے لیکن امام کے خزانوں میں کمی نہیں آئے گی۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ اب نبوت ختم ہو گئی ہے اور امامت شروع ہو رہی ہے اور اُمت جناب حضور اکرم ﷺ کے امام حضرت علی اور انکے بعد اولاد سے گیارہ امام ہیں جو کہ محافظ نظام مصطفیٰ اور دنیا کی بقا ہیں حضور اکرم ﷺ نے متعدد مقامات پر بوضاحت فرما دیا کہ میرے بعد امامت کا وارث علی ہے۔ امامت کا مالک علی ہے۔ امامت کا داتا علی ہے۔ لہذا امام وہی ہوگا جو علی والا ہوگا جو علی کی مخالفت کرے گا امام بننا تو کجا وہ مومن تک نہیں بن سکتا۔ لہذا امام وہی ہوگا جس کا نام معیّن جلی کرے۔ اعلان نبی کرے اور تصدیق علی کرے۔'' (خلقت نورانیہ ج ا ص ۱۰۲ مطبوعہ لاہور)

دونوں کے نظریات کا موازنہ کریں تو فرق صرف اتنا ہے کہ تفضیلی چھپ کر وار کرتا ہے یعنی تقیہ کرتا ہے۔ اپنے عقائد کھول کر بیان نہیں کرتا۔ موقع ملنے پر اپنے عقائد کو لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ جب کہ رافضی اپنے عقائد کا کھلے عام پرچار کرتا ہے اور علی الاعلان اپنے نظریات بیان کرتا ہے۔ یہاں بھی بات یہی ہے کہ مولانا موصوف نے اپنے عقیدہ کا در پردہ بیان کر دیا۔

شمارہ جون ۲۰۱۰ء صفحہ نمبر ۴۰ پر فرماتے ہیں!

''مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے وہ علم سکھائے جنھیں جبرائیل ومیکائیل علیہ السلام بھی نہیں جانتے''۔

اب حسین بخش جاڑا رافضی کی تحریر ملاحظہ فرمائیے!

''تو جبرئیل نے عرض کی اسکا میرے اوپر استادی کا حق۔ آپ نے پوچھا وہ کیسے؟ تو جبریل نے عرض کی روز ازل جب ذات پروردگار نے مجھے خلعت وجود سے نوازا اور زیور تخلیق سے آراستہ فرمایا تو پہلا سوال اسکی جانب سے تھا۔ من انا ومن انت۔ بتاؤ تم کون؟ اور میں کون ہوں؟ تو میں نے عرض کیا انت انت وانا وانا تو تو ہے اور میں میں ہوں۔ پھر سختی کے لہجہ میں خطاب ہوا۔ صحیح بتاؤ۔ من انا ومن انت۔ پھر بھی میں نے انت انت وانا انا تو تو اور میں میں کا جواب دیا۔ تو تیسری دفعہ پھر خطاب ہوا میں حیران تھا کہ کیا جواب دوں۔ اچانک عالم انوار سے ایک نور برآمد ہوا اور کہا جبریل وہ جواب نہ دہراؤ بلکہ کہو انا عبد ذلیل وانت رب جلیل اسمک جلیل واسمی جبریل۔ میں عبد ذلیل ہوں اور تو رب جلیل ہے تیرا نام جلیل اور میرا نام جبریل ہے۔ چنانچہ میں نے یہ جواب دیا تو تاج ملکوتیت میرے سر کی زینت بنا۔ اب جو یہ جوان در مسجد سے داخل ہوا ہے تو میں نے فوراً پہچان لیا ہے کہ یہ وہی ہے جس نے مجھے عالم انوار میں درس دیا تھا اس لیے میرے اوپر فرض ہے کہ اپنے استاذ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوں۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ کس زمانے کی بات ہے جب علی رضی اللہ عنہ نے تجھے توحید کا درس دیا تھا۔ جبریل نے عرض کی میں اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ جانب عرش سے ستر ہزار سال

کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوا کرتا ہے اور میں اپنی زندگی میں اس کو ستر ہزار بار دیکھ چکا ہوں"۔(المجالس الفاخرہ فی اذکار العترۃ الطاہرہ ص ۱۲۵)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی اور تفضیلی گروہ:

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کا صاف اور واضح مؤقف بالخصوص محبان اعلیٰ حضرت کے لیے۔ فرماتے ہیں!

"اور ادھر والوں میں جن کے قلوب نے غلبہ ھوا و غلظت و جفا سے تفضیل شیخین کو گوارا نہ کیا اور صریح انکار میں نام سنیت مسلوب ہوتے دیکھا۔ ناچار تحصیل مطلوب و دفع مکروہ کی یہ راہ نکالی کہ زبان سے تفضیل شیخین کا اقرار اور ترتیب مذکورہ اہل سنت پر بکشادہ پیشانی اصرار رکھا۔ مگر افضلیت کے معنی وہ تراشے جس سے ان کا مرتبہ حضرت مولا پر بڑھنے نہ پائے اور مطلب فاسد ہاتھ سے نہ جائے۔ اس فرقہ کے سامنے جس قدر دلائل قرآن و حدیث و آثار اہل بیت و اقوال علماء سے پیش کیجئے محض بے سود پڑتے ہیں۔ وہ سب کے جواب میں ایک ذرا سی بات کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں تفضیل شیخین سے کب انکار ہے ہم خود انھیں بعد انبیاء افضل البشر جانتے ہیں مگر افضلیت کے معنی یہ ہیں نہ وہ جو تم سمجھے۔ لیجئے آدھے فقرہ میں سارا دفتر گاؤ خورد ہو گیا"۔(مطلع القمرین ص ۴۴ مطبوعہ جامع اسلامیہ کھاریاں)

اسی کتاب کے صفحہ ۵۳ پر محدث بریلوی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں!

"بعض صاحبوں نے تو وہ تنقیح بلیغ کی جس کی خدمت گذاری تنبیہ سابق میں گذری اور حضرات کے ذہن رسا نے ان سے بھی آگے قدم رکھا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما من حیث الخلافۃ افضل ہیں۔ اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ من حیث الولایۃ اور اس کلام کی تقریر میں ان کی زبان سے یوں مترشح ہوتی ہے کہ خلافت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہ کو پہلے پہنچی اور حضرت مرتضوی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو بعد میں اور سلاسل اہل طریقت جناب ولایت مآب پر منتہی ہوتے ہیں نہ شیخین پر تو اس وجہ سے یہ افضل اور اس وجہ سے وہ"۔(مطلع القمرین ص ۵۳)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ اور مسئلہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

محدث بریلوی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں!

"عزیز من یہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر اس قدر شور شغب ہوتا۔ سنی تفضیلی دو مذہب متفرق ہو جاتے۔ اہل سنت ترتیب فضیلت میں انبیاء کے بعد شیخین کو گنتے۔ ہر جمعہ کو افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا ابو بکر الصدیق خطبوں میں پڑھا جاتا۔ احادیث میں شیخین کو انبیاء و مرسلین کے بعد سردار اولین و آخرین و بہترین اہل آسمان و زمین فرمایا جاتا۔ مولیٰ علی کو اپنی تفضیل سے بایں شدومد انکار ہوتا کہ جسے کہتے سنوں گا وہ مفتری ہے۔ اسے مفتری کی حد ماروں گا۔ یہ باتیں تو دنیا کے کام ہیں گو دین کے لیے وسیلہ کو ذریعہ ہوں۔ اس لیے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں! من رفیہ رسول اللہ ﷺ لدنیانا رسول اللہ ﷺ نے انہیں ہمارے دین یعنی نماز کے لیے پسند فرمایا کیا ہم انہیں اپنی دنیا یعنی خلافت کیلیے پسند نہ کریں۔ پھر اس میں افزونی ہوئی تو کیا اور نہ ہوئی تو کیا اتنی ہی بات پر تنازع تھا تو سنیوں نے ناحق بے چارے تفضیلیوں پر قیامتیں توڑیں اور مولیٰ علی نے (۸۰) کوڑوں کا مستحق ٹھہرایا اور جو اسکے سوا کچھ اور مقصود ہے تو اسکا جواب تنبیہ سابق سے لیجئے۔(مطلع القمرین ص ۵۴)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں!

سلسلہ تفضیل عقیدہ اہل سنت میں یوں منتظم ہوا کہ افضل العالمین واکرم المخلوقین محمد رسول رب العالمین ہیں ﷺ پھر انبیائے سابقین پھر ملائکہ مقربین پھر شیخین پھر ختنین پھر بقیہ صحابہ کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین اور پر ظاہر کہ سلسلہ واحدہ میں مافیہ التفاضل یعنی وہ امر جس میں کمی بیشی کے اعتبار سے سلسلہ مرتب ہوا ایک ہی ہوگا۔ اور وہ افراد جن کی زیادتی اپنے ماتحت پر دوسرے اعتبار سے ہوگی اس سلسلہ کی ترتیب میں نہیں آسکتے

بلکہ وہ دوسلسلے ہو جائیں گے مثلاً سلسلہ روشنی میں آفتاب سب سے افضل ہے پھر ماہتاب پھر نجوم پھر چراغ۔اور سلسلہ جرح وقتل میں شمشیر سب سے اکمل ہے پھر چھری پھر چاقو۔اب اگر کوئی کہنے والا یوں کہے کہ افضل آفتاب ہے پھر مہتاب پھر چاقو یا افضل تلوار ہے پھر چھری پھر چراغ تو یہ کلام اس کا کلام مجانین میں داخل ہوگا کہ اس نے ایک ہی سلسلہ میں مافیہ التفاصل کو بدل دیا''۔(ص ۵۴،۵۵)

محدث بریلوی علیہ الرحمہ اور ولایت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

''آیت کریمہ جس طرح افضلیت صدیق پر دلیل ساطع یوں ہی ان کے عرفان الٰہی وولایت ذاتی میں کافہ اُمت سے زیادت پر برہان قاطع کہ بداہت ایمانی شاہد کہ کم رتبہ کا ولی ہرگز ہرگز اعلیٰ درجہ کے ولی سے اکرم عنداللہ وکثیر العزوالجاہ نہیں ہوسکتا۔اور اس کا انکار محض مکابرہ۔اب نہیں معلوم جنہیں صدیق کے اعرف باللہ واعظم الاولیا ہونے میں تردّد ہے۔آیت کریمہ سے انکار کر جائیں۔یا ولی ادنیٰ کا ولی اعلیٰ سے اکرم عنداللہ ہونا تسلیم فرمائیں گے''۔(مطلع القمرین ص ۸۴)

شرح فقہ اکبر میں ہے!

''فھو افضل الاولیاء من الاولین والآخرین وقد حکی الاجماع علی ذالک ''اس بات پر پوری اُمت کا اجماع ہے(کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) تمام اولین وآخرین میں ولایت میں سب سے افضل ہیں''۔(شرح فقہ اکبر ص ۶۱)

حضور ﷺ کے وزیر ہونا:

امام حاکم نے مستدرک میں یہ روایت نقل کی!

''کان ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ من النبی ﷺ مکان الوزیر،فکان یشاورہ فی جمیع امورہ کان ثانیہ فی الاسلام،وکان ثانیہ فی الغار،وکان ثانیہ فی القریش یوم بدر،وکان ثانیہ فی القبر ولم یکن رسول اللہ ﷺ یقدم علیہ احدا ''۔یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے وزیر تھے۔آپ ان سے ہر معاملہ میں مشورہ لیتے تھے۔آپ اسلام میں ان کے ثانی تھے۔بدر کے دن عریش میں انکے ثانی تھے۔قبر میں انکے ثانی ہیں۔اور رسول ﷺ ان سے آگے کسی کو نہیں سمجھتے تھے''۔(مستدرک حاکم ۳/۲۷۹)

امام ابن ہمام اور اعلم الناس:

امام ابن ہمام فرماتے ہیں!

''واحسن مایتدل بہ تقدیم الاعلم علی الاقرء حدیث مروا ابابکر ملیصل باالناس ''۔سب سے بہتر دلیل اس پر کہ اعلم الناس کو امام بنانا چاہیے۔وہ حدیث مروا ابابکر (ابوبکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں) ہے۔(فتح القدیر شرح ہدایہ)

مطلب یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام الصحابہ اس لیے بنایا گیا کہ آپ اعلم الصحابہ تھے۔

اسی طرح امام سراج الدین بن عبدالرشید فرماتے ہیں!

''قال ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ومن تابعہ من الصحابہ بنو الاعیان وبنو العلات لا یرثون مع الجد وھذا قول ابی حنیفہ ویفتی بہ ''۔حضرت صدیق اکبر اور ان کے متبعین صحابہ میں سے فرماتے ہیں۔بنو اعیان اور بنو علات دادے کے ہوتے ہوئے میت کے وارث نہیں بن سکتے۔یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے۔اور اسی پر فتویٰ ہے۔(سراجی باب مقاہمۃ الجد)

اس مقام پر محشی لکھتا ہے!

''قولہ ابو بکر الصدیق وھو اعلم الصحابة و افضلھم ولم تتعارض عنہ الروایاب فلذالک اختارہ الامام الاعظم ''۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے زیادہ علم والے اور تمام صحابہ سے افضل تھے۔ان سے روایات متعارض نہیں ہیں اسی لیے امام اعظم نے ان کا مذہب اختیار کیا۔

علامہ علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی روایت فرماتے ہیں!

''عن ابی امامة قال قال رسول اللہ ﷺ وضعت فی کفة المیزان وضعت امتی فی الکفة الآخریٰ فرجعت بھم ثم وضع ابو بکر مکانی فرجح بھم ثم وضع عمر مکانہ فرجح بھم ثم رفع المیزان ''۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا گیا اور ساری اُمت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔میرا پلڑا بھاری رہا۔پھر میری جگہ ابوبکر کو رکھا گیا۔باقی تمام اُمت سے ابوبکر کا پلڑا بھاری رہا۔پھر ابوبکر کی جگہ عمر فاروق کو رکھا گیا تو باقی ساری اُمت سے عمر کا پلڑا بھاری رہا۔(کنز العمال ج ۱۳)اور اسی طرح امام طبرانی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔(الصواعق المحرقہ ص ۲۵۱ مترجم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ولایت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

جب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ کسی کو ہم پر خلیفہ مقرر کریں۔فرمایا! میں تمہیں اسی طرح چھوڑ کر جا رہا ہوں جس طرح ہمیں رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا۔ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم پر خلیفہ مقرر فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تم میں بھلائی دیکھی تو خود بخود تم میں سب سے اچھے آدمی کو مقرر فرمادے گا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرمایا اللہ نے ابوبکر کو ہم سب سے بہتر جانا اور اسے ہم پر ولایت دے دی۔(مستدرک حاکم ۳/۳۵۵)

امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں!

''فی بیان ان افضل الاولیاء المحمدیین بعد الانبیاء والمرسلین ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنھم اجمعین ''۔یعنی اس بات کا بیان کہ انبیاء اور مرسلین کے بعد اولیائے محمدی میں سب سے افضل ولی ابوبکر ہیں۔پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم۔(الیواقیت والجواہر ص ۴۳۷)

میر عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمہ اور ولایت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

میر عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمہ کی کتاب ''سبع سنابل'' جو مقبول بارگاہ رسالت مآب ﷺ ہے میں تحریر فرماتے ہیں!

''مخدوم قاضی شہاب الدین نے تیسر الاحکام میں لکھا ہے کہ کوئی ولی کسی پیغمبر کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔اس لیے کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق پیغمبروں کے بعد تمام ولیوں سے بہتر ہے''۔(سبع سنابل ص ۶۲)

مزید فرماتے ہیں!

''اور ایسے ہی وہ حدیث کہ انا مدینة العلم وعلی بابھا میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے۔اس میں علی المرتضیٰ کا ذکر ان کے مزید فضل و شرف کی وجہ سے ہے۔ورنہ تمام صحابہ اس شہر کے دروازے ہیں۔اس لیے کہ تمام علوم اُمت کے جملہ علماء کو انھیں دروازوں سے پہنچے ہیں''۔(صفحہ نمبر ۲۷)

آ گے لکھتے ہیں!

''پس جبکہ صحابہ کا اجماع جو نبیوں کا وصف رکھتے ہیں اس امر پر ہوا کہ شیخین کو فضیلت حاصل ہے اور علی المرتضٰی خود بھی اس اجماع سے متفق اور اس میں شریک ہیں۔تو تفضیلی اپنے اعتقاد میں ضرور غلطی پر ہیں۔'' (صفحہ نمبر ۷۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ:

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

''جیسے عقیدہ افضل البشر بعد نبینا ﷺ ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی سے کتابیں مالا مال کر دی ہیں۔دس بیس یا دس بیس نہ سہی چار کتابوں میں افضل البشر بعد نبینا ﷺ علی ثم ابو بکر ثم عمر بھی تو کہتے۔یہ کیا ہوا کہ اس جہت کو یک لخت بھول گئے اور ہمیشہ صدیق افضل صدیق افضل کہتے رہے۔خصوصاً جبکہ قرب و وجاہت عند اللہ میں حضرت مرتضوی زیادہ تھے۔تو سچی تفضیل انھی کو دینا تھی۔پس خوب معلوم ہوا کہ سنیوں کے نزدیک مولا علی کو فضائل خاصہ حاصل جن میں شیخین کو اشتراک نہیں۔مگر وہ سب ان کے مقابل فضل جزئی ہیں کہ فضل کلی شیخین کی مزاحمت نہیں کرتے''۔(مطلع القمرین ص ۵۶،۵۷ مطبوعہ کھاریاں)

مولا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی علمی شانیں اور اہل سنت و جماعت:

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو وہ علمی شانیں عطا فرمائیں جن کا ذکر ایڈیٹر ماہنامہ سوئے حجاز نے جون ۲۰۱۰ء کے صفحہ نمبر ۴۰ سے مضمون کے آخر تک کیا ہے بلا شبہ وہ برحق ہیں۔لیکن مولانا موصوف نے ان سے جو معنی اخذ کیے ہیں وہ یقیناً صحیح نہیں ہیں۔یہ بات درست ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے تمام اولیاء کو ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے در سے ملی ہے۔مگر اس سے یہ سمجھنا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ولایت حضور ﷺ سے نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملی ہے۔یہ سراسر ناانصافی ہے۔کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بلا واسطہ حضور ﷺ کے خلیفہ ہیں۔اور ایک ادنیٰ علم والا بھی یہ سمجھتا ہے کہ خلیفہ کو ولایت اپنے پیر و مرشد سے ملتی ہے نہ کہ کسی دوسرے سے۔

میر عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

''ارے ہماری عزت اور آبرو تو علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے نام پر قربان اور ہماری جان اور دل علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے قدموں پر نثار وہ کون سا ازلی بدبخت ہے جس کے دل میں علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی محبت نہ ہو۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا وہ کوئی راندہ ہوا ہوگا جو علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی توہین روا رکھے۔مگر تفضیلیوں نے یہ ڈھونگ رچایا ہے کہ مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کا نتیجہ صرف یہ ہی ہے کہ انھیں شیخین پر فضیلت دی جائے مگر یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے ساتھ حجت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی موافقت کی جائے نہ کہ مخالفت۔جب خود علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی فضیلت کو اپنے اوپر روا رکھا اور انکی اقتداء کی اور انکے زمانہ خلافت میں ان کے حکموں پر عمل کیا اور محبت کی شرط یہ ہے کہ راہ و روش میں ان سے موافقت رکھیں نہ یہ کہ مخالفت برتیں''۔(سبع سنابل ص ۷۳)

لہٰذا مولا علی رضی اللہ عنہ کی شان ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں اور آپ کے عقیدے کو ان سے کوئی فائدہ نہیں، یہ عقیدہ صرف تفضیلیوں ،رافضیوں کا ہے اور علماء اہل سنت اس سے بری الذمہ ہیں۔اللہ رب العزت حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔(جاری ہے)

......☆☆☆......

ہندو مذہب اسلام کے کٹہرے میں

﴿علامہ سعید محمد عامر آسوی حسینی نقشبندی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿قسط دوم﴾

تعلیماتِ وید

وید میں درج احکامات نہایت ظالمانہ ہیں۔ جنہیں پڑھ کر یہی محسوس ہوتا ہے کہ انہیں کسی 'قصائی' نے متعارف کروایا ہے۔ چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

☆......دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلادو (یجر وید ۱۳، منتر ۱۲)

☆......دشمنوں کو بھوکا مار کر ہلاک کرو (یجر وید منتر: ۱۳)

☆......اپنے مخالفوں کو درندوں سے پھڑوا ڈالو (یجر وید: ۱۵، ۱۷، ۱۹)

☆......ان کو سمندر میں غرق کر دو۔ (یجر وید: ۱۸:۱۵)

☆......جس طرح بلی چوہے کو تڑپا تڑپا کر مارتی ہے اس طرح ان کو تڑپا کر مارو (یجر وید: ۶۵:۱۶)

☆......جائز و ناجائز طریقوں سے (دشمنوں کو) ہلاک کر دو۔ (یجر وید ۱، ۲۸)

☆......مخالفوں کا جوڑ جوڑ اور بند بند کاٹ دیا جائے۔ (یجر وید: ۲۸:۱۳)

☆......ان کو پاؤں کے نیچے کچل دو اور ان پر رحم نہ کرو۔ (یجر وید: ۳۹:۱۷)

☆......اے مخالف تم سر کٹے سانپوں کی طرح بے سر اور اندھے ہو جاؤ اس کے بعد پھر جو تم میں چیدہ چیدہ ہوں ان کو اندر اور آگ دیوتا تباہ کریں۔ (سام وید اتر آر چک پر پھاٹک گیارہ منتر)

☆...... چیتے جیسے بن کر اپنے دشمنوں کو باندھ کر جکڑ لو اس کے بعد اپنی مخالفت کرنے والوں کے کھانے تک اٹھالو۔ (اتھر وید کانڈ: ۴، سوکت: ۲۲)

☆......پرم گند کی دولت ہمارے لئے لوٹ لا۔ (گوید منڈل ۳ سوکت ۵۳ منتر ۱۴)

عورت کا استحصال: عورت کا استحصال جس قدر ہندو مذہب نے کیا اور ان کے حقوق کو جتنا پامال اس نے کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ مثلاً

☆......رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۹۵ منتر ۱۵ میں لکھا ہے "عورتوں کے ساتھ محبت نہیں ہو سکتی، عورتوں کے دل فی الحقیقت بھیڑیوں کی بھٹ ہیں"

☆......"وہ (عورت) عقل کی رو سے ایک نہایت ہلکی چیز ہے" (رگوید منڈل سوکت: ۳۳، منتر: ۱۷)

☆......عورت اور شودر دونوں کو نردھن (مال) سے محروم کہا گیا ہے۔ یجر وید ادھیاء ۸ منتر ۵ منو ادھیاء ۸ شلوک ۴۱۶ اادھیاء ۹ شلوک ۱۹۹)

☆......لڑکی باپ کی جائیداد کی وارث نہیں۔ (اتھر وید کانڈ ا سوکت ۱۷ا۔ منتر: ۱، یجر وید: ۵:۸ نرکت ۳: ۴، منو ۹: ۱۹۹)

☆......نکاح ثانی کی ممانعت ہے کیونکہ ایک 'جائیداد' بلا وجہ دوسرے کے قبضے میں نہیں جا سکتی۔ (منو ۱۵۱:۱۵)

☆......کسی لڑکی یا نوجوان عورت یا بڑھی عورت کو کبھی گھر میں بھی کام اپنے اختیار سے نہیں کرنا چاہئے۔ طفولیت میں عورت کو باپ کا تابع رہنا چاہئے

اور جوانی میں شوہر یا بیٹوں کا۔ (منوشاستر پانچواں باب ۱۴۷،۱۴۸)

☆......عورت کو جوئے میں ہارنے اور فروخت کرنے کا جواز (نرکت ۳:۴)

☆......لڑکیوں کی موجودگی میں لڑکے پیدا کرنے کے لئے نیوگ کا حکم (میاں بیوی کا اولاد بالخصوص نرینہ اولاد کے لئے کسی غیر سے ربط کرنا) (ستیارتھ پرکاش باب ۴ مضمون نیوگ)

☆......عورت کے لئے مذہبی تعلیم کی ممانعت ہے۔ (منو۹:۱۸)

☆......مرد اور عورت دونوں کے لئے نجات کے علیحدہ علیحدہ راستے ہیں۔ مرد اپنے زور بازو سے مکتی مارک (طریقہ نجات) پکڑ سکتا ہے مگر عورت کی نجات خاوند پر مر مٹنے سے ہی ہوسکتی ہے۔ وہ براہِ راست خدا سے نجات حاصل نہیں کرسکتی۔ (منو۲:۶۶۔۹:۱۸اور۵:۱۵۵)

ذات پات کی تقسیم

ذات پات کی تقسیم ہندوؤں کی گھٹی میں رچی بسی ہے۔ اگر کسی ہندو مصلح نے اس تقسیم کو ختم کرنے کی کوشش کی بھی تو وہ ناکام و نامراد ہوا۔ اس انسانیت سوز امتیازی تعلیم کا سرچشمہ ان کی مذہبی کتب ہیں۔ ہندوؤں میں ذات پات کے اعتبار سے چار گروہ ہیں۔

۱: برہمن ۲: کشتری ۳: ویش ۴: شودر

ان کے نزدیک

''برہمن پرماتما کے منہ سے، کشتری بازوؤں سے، ویش رانوں سے اور شودر پاؤں سے پیدا ہوئے''

(رگ وید دسواں باب۔ بھجن نمبر ۹۰ ص ۳۸)

چنانچہ برہمن سب سے افضل قرار دیئے گئے ہیں۔ منو لکھتا ہے

''جب کوئی برہمن پیدا ہوتا ہے تو وہ دنیا میں سب سے اعلیٰ مخلوق ہے۔ وہ بادشاہ ہے کل مخلوقات کا اور اس کا کام ہے شاستر کی حفاظت'' (باب اول ۹۹)

''برہمن کو اگر ضرورت ہو تو وہ کسی گناہ کے بغیر اپنے غلام شودر کا مال بہ جبر لے سکتا ہے۔ اس غصب سے اس پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا کیونکہ غلام صاحبِ جائیداد نہیں ہوسکتا۔ اس کی کل املاک مالک کا مال ہے۔ (باب ہشتم ۴۱۷)

''سزائے موت کے عوض میں برہمن کا صرف سر مونڈا جائے گا لیکن اور ذات کے لوگوں کو سزائے موت دی جائے گی۔ (باب ہشتم ۳۷۹)

ہندو معاشرے میں دوسرے نمبر پر کشتری۔ کھشتری یا چھتری ہیں۔ اس طبقہ کا کام ملک کا دفاع تھا۔ تیسرے درجہ پر ویش ہیں جن کا کام زراعت، تجارت اور صنعت کا فروغ تھا۔ ہندو معاشرے کا ذلیل و حقیر ترین سمجھا جانے والا طبقہ شودر ہے۔

''شودر کے لئے صرف ایک ہی فرض بنایا گیا ہے، وہ ان تینوں کی خدمت کرے'' (باب اول۔ ۹۱)

اس طبقہ کے لئے مندر، سکول، کنویں، چشمے الگ تھے۔ جس راستے پر کسی اعلیٰ ذات کا ہندو جا رہا ہو، وہ نہیں چل سکتے تھے۔

''شودر جس عضو سے برہمن کی ہتک کرے وہی عضو اس کا کاٹ دیا جائے۔ اگر برہمن کے برابر بیٹھ جائے تو کمر پر داغ لگا کر ملک سے باہر نکال دینا چاہئے'' (منو۲:۳۸۱۔ اتھر ۱۹:۲۲:۲۱۔ ۵:۱۱:۶)

ذات پات کی تقسیم کا رد:

اسلام میں ذات پات کی کوئی تقسیم نہیں۔ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی قرار دیئے گئے ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ (الحجرات ۴۹:۱۱) ترجمہ: بیشک مومن آپس میں بھائی ہیں

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃ۔ (النساء۔آیت ۱)

ترجمہ: ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا''

اسلام کہتا ہے کہ رنگ، نسل، زبان غرضیکہ کسی اعتبار سے ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں۔ اگر فضیلت ہے تو تقویٰ کے سبب یعنی جو جتنا اپنے رب سے ڈرتا ہے اس کے سبب اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ مقام والا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ''بے شک تم میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک اکرام والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے'' یعنی اسلام کا پیروکار اس وجہ سے معزز نہیں کہ کسی خاص علاقے کا رہنے والا ہے، زیادہ امیر ہے، اعلیٰ عہدے پر فائز ہے۔ بلکہ محض اپنے رب کا مطیع و فرمانبردار ہونے کی وجہ سے ہے۔ اسلام نے نفرت و تعصب کے تمام بت توڑ کے رکھ دیئے ہیں اور محبت کرنا سکھایا ہے۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ۔ (لقمان۔آیت ۱۸) ترجمہ: ''اور لوگوں سے نفرت کر کے اپنا رخ مت پھیر

نیز فرمایا:

یٰاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْراً مِّنْھُمْ (الحجرات:۴۹:۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم کو حقیر جان کر ہدف تضحیک نہ بنائے، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو۔

اس حدیث پاک نے بھی ذات پات کی تقسیم کو رد کرتے ہوئے اہل اسلام کو رشتۂ محبت و مودت کا درس دیا ہے

اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عَیَالِہٖ۔ (بیہقی۔کتاب الایمان)

ترجمہ؛ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ محبت کرتا ہے اس سے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو سب سے زیادہ چاہتا ہے۔

بانی اسلام حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر میدان عرفات میں جبل رحمت پر حیات طیبہ کا جو آخری خطبہ ارشاد فرمایا اسے انسانی حقوق کا عالمی منشور قرار دیا گیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں

اَیُّھَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَ اِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلَی الْاَسْوَدَ وَ لَا لِاَسْوَدَ عَلَی الْاَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی

ترجمہ: لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی سرخ کو کالے پر اور کسی کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔

قربانی اور مقاصد

ہندوؤں میں قربانی کا تصور منتروں سے بھی قدیم ہے کیونکہ منتر ان کی بجا آوری کے لئے بنائے گئے۔ ویدوں کی روح یجن (قربانی) ہے۔ پھلوں کی قربانی، جانوروں کی قربانی کے علاوہ انسانی قربانی کا ذکر وید کے قدیم منتروں میں آیا ہے۔ لیکن یہ قربانی عام نہیں تھی۔ رگوید کے دسویں منڈل کے نوے منتر میں پرش کا ذکر ہے، جس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور دیوتاؤں کے آگے اس کی قربانی چڑھائی گئی۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کی قربانی کا تصور بھی قدیم آریاؤں کے اندر موجود تھا۔ برہمنا کے اندر انسانی قربانی کا ذکر متعدد جگہ پر آیا ہے۔ مثلاً ''سب کچھ انسانی قربانی ہے، سب کچھ حاصل کرنے کیلئے، سب کچھ پانے کے لئے'' ستھ پتھ ہفتم ۲:۱:۱۸ کے مطابق ''بے شک انسان قربانی کے جانوروں میں سے پہلا ہے''

ہندوستان کے اندر اب بھی انسانی قربانی کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ گویا اس جدید ترقی کے دور میں بھی

پرانی جاہلیت اور وحشت و بربریت کا کچھ عکس نظر آتا ہے تو ہندو مذہب کے پجاریوں میں۔ ۱۹۱۲ء کا یہ واقعہ کافی مشہور ہوا جب مہاراشٹر کے ایک طاقتور لیڈر نے زمین میں چھپا خزانہ حاصل کرنے کے لئے گیارہ کنواری لڑکیاں 'منجا' گاؤں میں کالی دیوی کے چرنوں میں قربان کر دیں۔اس قربانی کے باوجود اسے کوئی خزانہ نہ مل سکا۔اس کے ساتھی چار ملزموں کو گرفتار کرلیا گیا مگر اصل مجرم بااثر تھا، بچ گیا۔

اسی طرح کیرالا میں دو بھائیوں سدھارت اور داوی نے خزانے کے حصول کے لئے کسی کنواری لڑکی کو قربان کرنے کا پروگرام بنایا۔کوئی اور لڑکی نہ مل سکی تو نظر انتخاب اپنی ۲۱ سالہ بہن شوبھا پر پڑی۔اسے بہانے سے کالی دیوی کے سامنے لے گئے ۔تلوار اور لوہے کے راڈ سے مارنا شروع کیا۔وہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر اپنے بھائیوں سے رحم کی درخواست کرتی رہی۔بالآخر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ پھر ان ٹکڑوں کو آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا۔اس طرح کی قربانیاں انڈیا کے طول وعرض میں ہوتی رہتی ہیں تاہم پولیس کبھی قربانیاں کرنے والوں کو نہیں پکڑتی کہ کہیں کالی دیوی ان کا بیڑا غرق نہ کر دے۔ (Oh you Hindu Awake : by Dr. Chatr)

ہندوستان کے صوبہ بنگال کے دارالحکومت کلکتہ کے قریب ایک گاؤں 'کرموں' میں چالیس بھگتوں نے کالی دیوی کے چرنوں میں چالیس بچے اس طرح قربان کئے کہ تین دن تو متواتر دیوی کے سامنے بھنگڑے اور موسیقی کے پروگرام ہوتے رہے اور پھر ان معصوموں کے سرتن سے جدا کر کے ایک مخصوص کمرے میں رکھ دیئے گئے (غرائب من العالم من ولید ناصف ص۱۰۴)

ان قربانیوں کا مقصد کیا ہے؟ دیوتاؤں کو خوش کرنا۔چنانچہ رگ وید اول میں لکھا ہے کہ

''کاش کہ یہ قربانیاں اسے خوش کردیں'' نیز ''کاش کہ ہم اپنی قربانی کے ذریعے تجھے خوش کریں'' (رگ وید ہشتم ۱۹:۲۰)

اسلام میں قربانی کا تصور

اسلام رضائے خداوندی حاصل کرنے کے لئے انسانی قربانی جیسے گھناؤنے فعل کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اور محض سال کے تین ایام (۱۰،۱۱،۱۲ ذی الحج) میں صرف جانور کی قربانی (اور وہ بھی صاحبِ استطاعت کے لئے) واجب قرار دیتا ہے۔

آیئے یہاں ہندو مذہب کے قربانی کے ظالمانہ اور بلاجواز تصور کے مقابلے میں اسلام میں تصور قربانی کا مختصر جائزہ لیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے قربانی صرف کسی جانور کو ذبح کرنے کا نام نہیں بلکہ خواہشات نفس کے بے لگام گھوڑے کو ذبح کرنے کا نام ہے۔نیز چند ہزار کا جانور راہِ خدا میں قربان کر کے ایک مسلمان اس عزم کا اظہار کرتا ہے کہ رضائے الٰہی کے لئے یہ تو محض مالی قربانی تھی وگرنہ وہ تن من دھن ہر قسم کی قربانی کے لئے ہمہ وقت تیار ہے۔قرآن اسی فلسفہ قربانی کو یوں بیان کرتا ہے

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُ هَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ. (الحج ۲۲:۳۷)

ترجمہ: اللہ کو ان کا گوشت نہیں پہنچتا اور نہ ہی خون بلکہ وہ تقوی جو تمہارے اندر ہے۔

یوں کہہ لیں کہ جس طرح جانور انسان کی چھری کے نیچے اپنی گردن رکھ دیتا ہے اور اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں رہتا۔اسی طرح انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع اپنی زندگی بسر کرے اور اپنی مرضی کو اللہ تعالی کی مرضی کے تابع بنالے۔

دورزمیہ نظمیں:

ہندوؤں میں دو نظمیں بہت معروف ہیں۔مہابھارت اور رامائن جو کہ اس دور کی آریائی تہذیب کی تاریخ ہیں۔غالب خیال یہ ہے کہ مہابھارت رامائن سے ایک صدی پیشتر تالیف کی گئی۔مہابھارت ہندو لٹریچر میں طویل ترین تصنیف ہے۔اس میں دو لاکھ پندرہ ہزار اشعار ہیں ان کا کوئی

ایک مولف نہیں ہے۔

رامائن میں کئی صدی قبل مسیح کی تالیف ہے۔اس میں چوبیس ہزار اشعار ہیں۔اس کا مصنف وشنو کو کہا جاتا ہے۔البتہ تمام مورخین کے مطابق یہ حصے والمیکی کے تصنیف کردہ ہیں۔رامائن میں ہندومت کے اہم مسالک مثلاً وشنومت،شیومت اور شکتی مت نیز مشہور دیوی دیوتاؤں کا تذکرہ ملتا ہے۔ویدک دھرم میں قربانی کو خاص اہمیت حاصل تھی لیکن ان نظموں سے نئے ابھرنے والے مذہبی تصور میں بالکل ختم ہوگئی بلکہ وشنومت میں قربانی کی مخالفت پائی جاتی ہے اور اس کی جگہ پوجا کو مذہبی رسم کا درجہ حاصل ہوگیا۔ان نظموں کے بارے میں بیچ جواہر لال نہرو نے بولا

The Ramayna and Mahabaratha are nothing but another arabian Nights story .(Oh you Hindu Awake)

رامائن اور مہابھارت الف لیلوی داستانیں ہیں جن کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔

اسی طرح انڈیا کے پہلے گورنر جنرل راج گوپال اچاریہ نے کہا

Ramayana is not a divine story, it is only a literature.

یعنی رامائن کوئی مقدس قصہ نہیں ہے یہ محض لٹریچر ہے۔

اپنشد:

اپنشد کے معنی ہیں قریب بیٹھنا۔ذہین شاگرد استاد کے قریب بیٹھتے اور فلسفہ ورازداری کے بیانات سنتے تھے۔یہ خطبات ۸۰۰ق م اور ۵۰۰ ق م کے مابین مرتب ہوئے۔اپنشد کا موضوع روح (آتمن)،خدا (برہمن) اور نیچر ہے۔ویدوں کے بعد دوسرے درجے کی کتابیں اپنشد ہیں۔بعض ہندو علماء کے نزدیک ان کا درجہ ویدں سے بڑھا ہوا ہے۔(موہن رائے کے لیکچرز)

قانون کی کتابیں:

ہندوؤں کے مجموعہ قوانین کو دھرم سوتر اور دھرم شاستر کہتے ہیں۔ان کتب میں مختلف علوم وفنون کے قواعد وضوابط بیان ہوئے ہیں۔

منو کا قانون:

منو (Manu) کا مجموعہ قوانین جدید ہندو قوانین کی اساس ہے۔منو،کوشل خاندان سے بادشاہ تھا۔اس نے ہندو قوم کے لئے ۸۸۰ق م میں قانون وضع کیا،اسے منوسمرتی کہتے ہیں۔اس میں نہایت ظالمانہ وغیر منصفانہ باتیں درج ہیں۔اس میں شودروں،غلاموں،عورتوں اور مخالفوں کے حوالے سے نہایت بہیمانہ وظالمانہ سلوک کی تلقین ہے۔اسی طرح وراثت کے متعلق بھی منو کا قانون عقل،فطرت اور عدل کے منافی ہے۔اس طریقہ تقسیم سے ایک طبقہ امیر اور ایک طبقہ غریب ہوتا چلا جاتا ہے۔

ہندووانہ غیر منصفانہ قانون وراثت اور اسلامی مبنی برانصاف قانونِ وراثت:

منوسمرتی میں لکھا ہے

''ماں باپ کی تمام دولت بڑا بیٹا لے۔چھوٹا اور منجھلا بھائی سب بڑے بھائی سے اوقات گذاری کریں جس طرح والدین سے پرورش پاتے تھے (۱۰۴:۹)

قرآن فرماتا ہے: یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ. (النّسا.۴:۱۱)

ترجمہ:

منو نے لکھا ''باپ اور بھائی دولت کو نہیں پاتے،بیٹا ہی دولت پاتا ہے۔بیٹا نہ ہو تو باپ اور بھائی دولت کو پاتے ہیں۔(۱۸۳:۹)

اگر بیٹا لاولد مرگیا تو اس کی ماں اس کی دولت لے۔ (۹:۲۱۵)
اسلامی قانون کی رو سے بیٹا پوتا خواہ کتنا ہی نیچے درجہ میں ہوں اگر ان میں سے کوئی موجود ہے تو باپ کا 1/4 حصہ ہے اور ماں کا بھی 1/4 حصہ ہے۔ بیٹا یا پوتا اسے محروم نہیں کرتے

وَلِاَبَوَیۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنۡ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ

اگر اولاد ہے تو ماں باپ میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے۔ پھر اسلامی قانون کے مطابق لاولد مرد یا عورت کے ترکے میں اس کا بھائی اور بہن 1/6 اور 1/3 حصہ کے وارث ہیں۔ قرآن پاک فرماتا ہے

وَ اِنۡ كَانَ رَجُلٌ يُّوۡرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امۡرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوۡ اُخۡتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ فَاِنۡ كَانُوۡۤا اَكۡثَرَ مِنۡ ذٰلِكَ فَهُمۡ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ۔ (النساء)

لاوارث برہمن کی دولت راجہ ہرگز نہ لے۔ دوسرے دونوں کی دولت وارثوں کے نہ ہونے کی حالت میں راجہ کا حق ہے۔ (۹:۱۸۷)
اسلامی قانون میں کوئی بھی لاوارث مرجائے تو اس کا مال بیت المال میں داخل ہوگا۔

جدید ہندو مذہب

۳۰۰ء سے ۱۰۰۰ء تک کا زمانہ تاریخ ہند میں پرانوں کا دور کہلاتا ہے کیونکہ اس زمانے میں ۱۸ پران تصنیف ہوئے۔ بدھ مت اور جین مت کو نیچا دکھانے کے لئے برہموں نے اپنے مذہب کی پرزور تبلیغ اسی دور میں کی نیز بت پرستی کو رواج دیا۔
بت پرستی کے اس دور میں اپنشدوں کی تعلیمات اور ویدوں کے معبود پس پشت ڈال دیئے گئے اور جو دیوتا ویدی عہد میں ثانوی حیثیت رکھتے تھے وہ اول درجے کے معبود قرار دیئے گئے۔ مندروں کی تعمیرات زور و شور سے کی گئیں۔ آہستہ آہستہ قربانی کا رواج بھی ختم ہوگیا۔
آج ہندو دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ ایک گروہ دانشوروں اور خواص کا ہے جو اپنشدوں اور بھگوت گیتا کو سرچشمۂ الہام مانتے اور دوسرے صحیفوں کو قابل اعتناء نہیں سمجھتے۔ یہ توحید کے علمبردار ہیں تاہم ان گنت دیویوں اور دیوتاؤں کی پرستش بھی کرتے ہیں اور انہیں اسی ذات واحد کے مختلف مظاہر شمار کرتے ہیں۔
دوسرا گروہ عوام کا ہے جو بت پرستی اور رسوم کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں گروہ ذات پات کی تقسیم اور عقیدۂ تناسخ کے قائل ہیں اور انہیں اپنے مذہب کا جزولاینفک سمجھتے ہیں۔

عقیدۂ تناسخ کا رد:

1...... قرآن عظیم اس نظریے کی شدید نفی کرتا ہے۔ فرمایا
اَنَّهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ. (الانبیاء) یعنی مردے کبھی بھی اس دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔ (بطور قانون، عام معجزے کی بابت دوسری ہے)
2...... اس عقیدے کی رو سے خدا کوئی نئی روح پیدا نہیں کرسکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں نقص ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کیلئے مالک یوم الدین کہا۔ یعنی جزا کے دن کا مالک۔ ملک نہیں کہا، مالک کہا۔ اس لئے کہ ملک محدود اختیارات کا حاکم ہوتا ہے وہ کسی مجرم کو چھوڑ نہیں سکتا۔ مالک وسیع اختیارات رکھتا ہے، جسے چاہے معاف کردے۔ قرآن نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرمایا

غَافِرِ الذَّنۡبِ وَ قَابِلِ التَّوۡبِ. (المومن)

یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔

3......قائلین تناسخ بیماری، دکھ درد، تکلیف کو پچھلے جنم کے اعمال کا نتیجہ قرار دیتے ہیں جو کہ سراسر حماقت ہے۔اس کی دلیل کیا ہے؟اس بارے میں ان کی کتابیں کوئی ٹھوس دلیل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

قرآن کہتا ہے کہ دکھ سکھ سے انسان کی روحانی ترقی وابستہ ہے۔اگر انسان دکھ میں صبر ورضا کا نمونہ بنے تو خدا کی رضا وخوشنودی کا مستحق اور اگر سکھ میں شکر گزار بنے تو خدا کے مزید انعامات کا حقدار بنتا ہے۔نیز دکھ سکھ کا ذمہ دار قرآن نے خود انسان کو ٹھہرایا ہے۔فرمایا

مَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ. (الشوریٰ)

ترجمہ:اور جو تم پر مصیبت پڑتی ہے،تمہارے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔

پھر بیماری کا لگنا از روئے طب کسی نہ کسی سبب کی وجہ سے ہوتا ہے۔صحت کے اصولوں کو توڑنے کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ پچھلے جنم کی بد اعمالیوں کی وجہ سے۔

4)......سائنس بھی اس نظریے کو مسترد کرتی ہے۔اس عقیدے کی رو سے حیوانات،نباتات وغیرہ انسان کے پچھلے جنم کے اعمال کی مختلف شکلیں ہیں جبکہ سائنس کہتی ہے کہ انسان کی پیدائش سے کروڑوں سال قبل دنیا میں صرف جمادات،نباتات اور حیوانات ہی بستے تھے۔جب نباتات کی پیدائش سے قبل انسان ہی نہ تھا تو اعمال بھی نہ تھے۔لہٰذا نباتات وحیوانات انسانی اعمال کا نتیجہ نہیں۔

5......عقیدۂ تناسخ ارتقاء کے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔دنیا میں ہر چیز آگے کی طرف رواں دواں ہے۔۔قرآن پاک نے اس مسئلہ کو لفظ 'رب' سے بیان کیا ہے۔رب کے معنی ہیں ایک چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف نشوونما دینا، یہاں تک کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جائے (مفردات امام راغب) جبکہ عقیدۂ تناسخ کی رو سے ایک انسان اپنے گناہ کی پاداش میں کتا،سور،مولی،گاجر وغیرہ کی جون اختیار کر لیتا ہے۔یہ ارتقاء نہیں بلکہ تنزل ہے۔

گائے کی پوجا کا رد:

ہمارے رب کا ہم پر یہ سب سے بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں گائے پرستی بلکہ قسم قسم کے جملہ لاتعداد جھوٹے خداؤں سے بچا کر محض اپنے سامنے جھکایا۔گائے کو انسان سے افضل قرار دینا نہ صرف علم وعقل کے منافی ہے بلکہ انسانیت کی توہین بھی ہے۔قرآن کریم نے تو انسان کے سر پر ولقد کرمنا نبی ادم (بنی اسرائیل آیت ۷۰) کا تاج رکھا ہے۔اسے اشرف المخلوقات قرار دیا ہے۔کائنات کی جملہ اشیاء کو اسی کے لئے تخلیق کیا ہے۔فرمایا

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا. (البقرہ۲۹)

ترجمہ:وہ اللہ ہے جس نے تمہارے لئے پیدا کیا وہ سب کچھ جو کچھ زمین میں ہے۔

چنانچہ انسان کی عظمت اسی میں ہے کہ وہ خدائے قدیر ورحیم جو زبردست قدرتوں کا مالک ہے اسی کے حضور جھکے، نہ کہ وہ گائے جو ہر معاملے میں اس کی محتاج ہے،کو لائق پرستش سمجھے۔معلوم ہوا کہ ہندو مذہب حسنِ لطافت سے عاری ایک متعفن اور پلید مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو گائے کا گوبر کھانے اور پیشاب پینے پر ابھارتا ہے۔یونہی نہ طب اس عمل کو لائق تحسین سمجھتی ہے اور نہ عقل سلیم اس کو مستحسن کہتی ہے۔

..........☆☆☆..........

خبرنامہ

پریس ریلیز

﴿سہیل انجم (سیکرٹری نشرواشاعت)﴾

شیران اسلام پاکستان کے سرپرست اعلیٰ صاحبزادہ محمد عطاء الحق نقشبندی، مرکزی امیر خواجہ محمد ناصر رحمانی، مرکزی ناظم اعلیٰ محمد عاصم محمود ایڈووکیٹ، صوبائی امیر علی اصغر چوہدری اور صوبائی ناظم اعلیٰ رانا محمد آفتاب نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ لادینی قوتیں دنیا بھر کے مسلم ممالک کی طرح پاکستان کو بھی صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی نت نئی سازشوں میں مصروف ہیں، گزشتہ کچھ سالوں سے پاکستان مسلسل مذہبی سیاسی اور سماجی دہشت گردی کا شکار ہے، مساجد، مزارات سمیت دیگر عبادت گاہیں خون آلود ہیں، دوسری طرف امریکی اشاروں پر ناچنے والے نام نہاد سیاست دان حصول اقتدار کے لیے دست و گریبان ہیں، انکی نا اتفاقی سے نہ صرف سیاسی، مذہبی بلکہ لاثانی گروہ بندی کو بھی فروغ مل رہا ہے، یہود و ہنود الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کے ذریعے ہماری نظریاتی و جغرافیائی سرحدیں کھوکھلی کرنے میں کافی حد تک کامیاب ہوتے جارہے ہیں، وطن عزیز کی تعمیر و ترقی اور اس کی تقدیر کے فیصلے کرنے والے مقدس ادارے بھی سیاست کی بھینٹ چڑھ کر تصادم کی صورت اختیار کر چکے ہیں، ہمارے حکمرانوں نے قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد سے وطن عزیز کی مہاریں امریکہ کے ہاتھ دے کر دنیا کے خطے پر قائم عظیم عدلیہ کے حامل پاکستان اور اسکی عوام کو دانستہ طور پر اسلام دشمن قوت کے چنگل میں دے دیا جس کے نتیجے میں آج وطن عزیز پاکستان اپنی تاریخ کے بدترین موڑ پر تباہی کے دہانے پہ کھڑا ہے، ایسے حالات میں پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ جن کے آباؤ اجداد کی بے پناہ قربانیوں سے یہ ملک قیام پذیر ہوا، وہ ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہو کر تحریک پاکستان کی طرح وطن کی بقا و سلامتی کے لیے میدان عمل میں اٹھ کھڑے ہوں تاکہ ملک و اسلام دشمن قوتوں کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کیا جا سکے، ان تشویش ناک حالات میں پاکستان بنانے والے علما و مشائخ کے مشن اور فکر کی امین ''شیران اسلام پاکستان''، نسل نو میں اسلام کی سربلندی اور جذبہ حب الوطنی بیدار کرنے کے لیے وطن عزیز کے مختلف چھوٹے بڑے شہروں میں امن و محبت، اتحاد و یکجہتی کے ساتھ فتنہ قادیانیت کی سرکوبی، نظریہ پاکستان کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لیے مثبت سرگرمیوں کو فروغ دینے میں مصروف عمل ہیں ،اس سلسلہ میں سیمینارز، کانفرنسز، دروس ہائے القرآن اور محافل قرأت و نعت ملک کے طول و عرض میں منعقد کیے جارہے ہیں، معاشی، اقتصادی امور سمیت پاکستان میں آئین و قانون کی بالادستی کے لیے ہر محاذ پر بھر پور جدوجہد کی جارہی ہے، بے روزگاری، فحاشی و دہشت گردی کے عفریت کے نمٹنے کے لیے مکمل منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔ ''شیران اسلام پاکستان'' محب وطن اسلام کے شیروں کا قافلہ ہے، ہم وطن عزیز کے استحقام و سلامتی کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں، ہم ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہو کر اسلام کی سربلندی اور جذبہ حب الوطنی بیدار کرنے کے لیے کوشاں ہیں، ہم پاکستان پر کسی قسم کی آنچ برداشت نہیں کریں گے۔

کیونکہ پاکستان علما و مشائخ نے بنایا ہے اور اسکی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے، اس موقع پر مرکزی سیکرٹری نشرواشاعت سہیل انجم صاحب ،نائب امیر پنجاب اسد حسینی، ضلعی امیر نارووال محمد راشد کسانہ اور افتخار حسین ممنون آسوی، نعیم الرحمان چوہدری، حافظ ظفر ندیم ، چوہدری غلام عباس، حاجی عبدالرزاق نقشبندی، حافظ نعیم آسوی، حافظ عمران، محمد جاوید اقبال، صاحبزادہ طاہر حسینی، مرزا عمران بیگ، شہباز احمد ساجد، حافظ یاسر اور محمد آصف کسانہ سمیت دیگر موجود تھے، مرکزی امیر خواجہ ناصر رحمانی نے آئندہ چار ماہ کے تنظیمی لائحہ عمل کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ملک بھر میں بڑھتی ہوئی مذہبی، سیاسی و سماجی دہشت گردی کے سد باب، نظریہ پاکستان کے تحفظ، مزارات اولیاء کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے

شیرانِ اسلام پاکستان رکنیت سازی کے ذریعے ایک لاکھ محبّ وطن اسلام کے سپاہی تیار کرے گی۔

شیرانِ اسلام پاکستان کی مذہبی سرگرمیاں ﴿حاجی اخلاق احمد (ایڈووکیٹ)﴾

گزشتہ روز مرکزی امیر پاکستان صاحبزادہ خواجہ ناصر رحمانی صاحب اپنے دیگر ساتھیوں مرکزی ناظم اعلیٰ شیرانِ اسلام پاکستان محمد عاصم محمود ایڈووکیٹ، صوبائی ناظم اعلیٰ رانا محمد آفتاب کے ہمراہ تین روزہ دورے پر شکرگڑھ تشریف لائے اور سرپرست اعلیٰ شیرانِ اسلام پاکستان صاحبزادہ پیر محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی ذیب سجادہ آستانہ عالیہ حضور مفکر اسلام کی ہدایت اور سرپرستی میں شکرگڑھ اور ظفروال کے مختلف مقامات کا تنظیمی دورہ کیا، انکے ہمراہ افتخار احمد ممنون آسوی اور مرکزی سکیرٹری نشر و اشاعت سہیل انجم، ضلعی امیر راشد کسانہ، نعیم الرحمان اور حافظ نعیم آسوی بھی تھے، سب سے پہلے موضع سوہاوڑہ کا تنظیمی دورہ کیا گیا جہاں حافظ عبدالجبار اور انکے ساتھیوں نے بھرپور استقبال کیا، جب مرکزی امیر صاحب نے شیرانِ اسلام پاکستان کے اغراض و مقاصد بیان کیے تو لوگوں نے جوق در جوق اس قافلے میں شمولیت کا اعلان کیا، اس کے بعد یہ قافلہ موضع کسانہ باہروال پہنچا جہاں حافظ یاسر آسوی، شہباز احمد ساجد اور انکے ساتھیوں نے پرجوش استقبال کیا اور کافی نوجوان ساتھیوں نے شیرانِ اسلام پاکستان کے اغراض و مقاصد سن کر اس میں شمولیت کا اعلان کیا اور فارم نامزدگی پُر کر کے مرکزی سیکرٹری نشر و اشاعت کے حوالے کیے، اسکے بعد یہ قافلہ موضع رپوچک پہنچا تو وہاں پر ڈاکٹر زاہد، کامران اصغر، عمران اصغر اور انکے ساتھیوں نے پرتپاک استقبال کیا، وہاں بھی لوگوں نے بڑے جوش و خروش کا مظاہرہ کیا اور شیرانِ اسلام پاکستان کے قافلے میں شامل ہونے کا اعلان کیا، اسکے بعد مرکزی امیر کی قیادت میں محبتوں اور جرأتوں کا یہ قافلہ پنڈی سیناں پہنچا جہاں حافظ عمران آسوی اور انکے ساتھیوں نے پرجوش استقبال کیا اور نوجوانوں نے شیرانِ اسلام پاکستان کے رکنیت فارم پر کیے۔

اسکے بعد محبتوں اور جرأتوں کا یہ قافلہ موضع خانوال پہنچا، جہاں پر قاری محمد قاسم، صوفی محمد رفیق، چوہدری محمد بوٹا اور حافظ ناصر اور شیرانِ اسلام پاکستان کے کارکنان نے بھرپور طریقے سے قافلے کا استقبال کیا، یہاں پر بھی بہت سارے نوجوانوں نے شیرانِ اسلام پاکستان کے قافلے میں شامل ہونے کا اعلان کیا، اس سے اگلے روز قافلہ موضع بھگوان پور پہنچا جہاں پر حضرت علامہ طاہر نقاش اور انکے ساتھیوں نے پرجوش طریقے سے استقبال کیا اور بے شمار نوجوان ساتھیوں نے شیرانِ اسلام پاکستان میں شامل ہونے کے لیے رکنیت فارم پر کیے، جسکے بعد مرکزی قائدین کا یہ قافلہ موضع سنیاری کلاں پہنچا جہاں جناب افتخار احمد ممنون اور چوہدری خالد اور شاکر صاحب نے کارواں کا استقبال کیا اور پھر یہ قافلہ موضع کولیاں پہنچا تو وہاں حاجی ثناء اللہ، حاجی طالب اور دیگر ساتھیوں نے قافلے کا ستقبال کیا اور اسکے بعد یہ قافلہ موضع چتر پہنچا جہاں چتر، چک نہالہ، سانبلی کولیاں، جھنگ، بھٹلی اور قریب قریب کے دیہات سے کافی لوگ جمع تھے، وہاں ماسٹر ذوالفقار صاحب، چوہدری جاوید صاحب، حافظ ضیغم آسوی، پرنسپل مبارک علی، ڈاکٹر مقبول، ڈاکٹر منظور اور دیگر ساتھیوں نے بڑی شان و شوکت سے قافلے کا ستقبال کیا اور موٹر سائیکلوں کا ایک دستہ نعروں کی صورت میں قافلے کو موضع ڈیلرہ سے چتر لے کر گیا، وہاں مرکزی امیر شیرانِ اسلام پاکستان نے وہاں پر خطاب کیا اور بتایا کہ شیرانِ اسلام کی بنیاد ہاتھوں میں بندوقیں دے کر نام نہاد جہاد پر نوجوانوں کو بھیجنے کے لیے نہیں رکھی بلکہ اسکا مقصد ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت ہے، جہاں بھی کوئی نامراد اللہ کے رسول کی شان میں گستاخی کریں تو شیرانِ اسلام پاکستان کے مجاہد اسکا منہ بند کر دیں، یہاں پر بھی بے شمار نوجوانوں نے شیرانِ اسلام میں شامل ہونے کا اعلان کیا اور رکنیت کے فارم پر کیے جسکے بعد مرکزی امیر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تین روزہ دورہ کے اختتام پر اسلام آباد روانہ ہو گئے۔

......☆☆......

Monthly **AL-HAQIQA** November 2010
Reg.No. C.P.L.169

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جل جلالہٗ
یارب العلمین

علیک الصلوٰۃ والسلام
یا رحمۃ للعلمین

حضور پُرنور سرکار رحمۃ للعلمین ﷺ کے غلاموں سے

قربانی کی کھالیں

اپیل ہے کہ

زیر تعمیر نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی

کو عنایت فرمائیں۔

برائے رابطہ

0300-7764560, 03007766223,03007770633,
0301-6898650,0300-7123402-0542-451997

منجانب
شیران اسلام پاکستان